حواشی وحوالہ جات:

(1) القرآن،سورہ البقرہ،۲۹:۲

(۲) القرآن سورہ الحج:۲۲،۶۵

(۳) القرآن سورہ الملک،۶۷:۵

(۴) القرآن سورہ حم السجدہ،۴۱:۱۲

(۵) القرآن سورہ الرحمن،۵۵:۵

(۶) قرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر،الجامع الاحکام القرآن،،دارالصادر،بیروت،لبنان،۱۹۹۷ء،۱۵۳/۱۷

(۷) ادیپوری،طلحہ چھوٹا،مولانا،کثافت اور ماحولیاتی آلودگی کے بارے میں شریعت کا موقف،ناشر جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات،انڈیا،فروری ۲۰۱۸ء،ص۱۴

(۸) شان الحق حقی،فرہنگ تلفظ،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۵ء،ص:۸۷۵

(۹) محمد رفیق،ڈاکٹر،ماحول اور ہم،لاہور اردو سائنس بورڈ طبع اول،۲۰۰۵ء

(۱۰) القرآن،البقرہ۲:۱۷

(۱۱) انجینئر ممتاز حسین،ماحولیاتی آلودگی لاہور فیروز سنز،۱۹۹۵ء،ص۲۵

(۱۲) عنبرین رفیق،ماحولیاتی آلودگی،لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۹۹۳ء ص۹

(۱۳) ttps://www.bbc.com/urdu/science/2014/03/140325_air_pollution_danger_zs

۱۴۔ القرآن،البقرہ۲:۳۰

(۱۵) المعجم الاوسط،ج۵،ص۲۷۰،حدیث نمبر ۵۳۷۳،المولف ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی الناشر دارالحرمین،القاھرہ ۱۴۱۵

(۱۶) مسند الامام احمد بن حنبل،ج۲۸،ص۱۴۰،حدیث نمبر،۱۶۹۴۱،المولف ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی

(۱۷) القرآن،سورہ الاعراف،۳۱

(۱۸) السجستانی، امام ابوداؤد، ایضا، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا حدیث نمبر ۱۳۵
(۱۹) السھارنفوری، خلیل احمد، مولانا، بذل المجھود فی حل سنن ابی داؤد، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۱ء، ۱/۳۳۵
(۲۰) القرآن، البقرہ ۲:۲۱۱
(۲۱) القزوینی، امام ابن ماجہ، الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن البول فی الماء الراکد، حدیث نمبر ۳۴۴
(۲۲) امام نووی، النووی، ابوزکریا یحیٰ بن شرف المنھاج، شرح صحیح مسلم، الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۹۴ء، مؤسسۃ قرطبہ، ۳/۱۸۸
(۲۳) امام مسلم، ایضاً صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، باب: النھی عن الاغتسال فی الماء الراکد، حدیث نمبر ۲۸۳
(۲۴) محولہ بالا ایضاً، کتاب الطھارۃ، باب: کراھۃ غمس المتوضی یدہ المشکوک فی نجاستھا، حدیث، نمبر، ۲۷۸
(۲۵) قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، اسلام اور ماحولیات کا تحفظ (۱) سہ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۸ء انڈیا ص ۲۹۸
(۲۶) حافظ العسقلانی، المعروف بابن حجر، شھاب الدین احمد بن علی بن محمد، فتح الباری، دار کتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۱۲ء ۱/۲۵۳
(۲۷) القرآن المدثر ۷۴:۵،۴
(۲۸) المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۲۰۳، حدیث ۷۳۷۱، محمد بن عبداللہ ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری، دار الکتب العلمیہ بیروت)
(۲۹) السنن الکبریٰ وفی ذیلہ الجواھر النقی، ج ۱ ص ۳۴، حدیث نمبر ۱۳۹"
(۳۰) مسند امام احمد ایضاً، مسند جابر بن عبداللہؓ حدیث نمبر ۱۵۰۱۵
(۳۱) القرآن، الاعراف ۷:۳۱
(۳۲) السجستانی، امام ابوداؤد، ایضا، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا حدیث نمبر ۱۳۵
(۳۳) السھارنفوری، خلیل احمد، مولانا، بذل المجھود فی حل سنن ابی داؤد، دار الفکر بیروت لبنان، ۱۹۹۱ء، ۱/۳۳۵
(۳۴) رواہ ترمذی نسائی ابن ماجہ واحمد ودارمی https://hadeethenc.com/ur/browse/hadith/58123
(۳۵) القزوینی، امام ابن ماجہ، الحافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ، المعروف بابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ، باب: النھی عن البول فی الماء الراکد، حدیث نمبر ۳۴۴
(۳۶) قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، اسلام اور ماحولیات کا تحفظ (۱) سہ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی تا ستمبر، ۲۰۱۸ء انڈیا ص ۲۹۸

(۳۷) القرآن، سورہ ھود: ۶۱

(۳۸) السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر بالمؤثور، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۲۰۱۴ء، ۴۴۴/۴

(۳۹) امام بخاری ایضاً، کتاب الصلوٰۃ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعلت الارض مسجد اوطھورا، حدیث نمبر ۴۳۸

(۴۰) القرآن، الاعراف ۷: ۶

(۴۱) القرآن، سورہ البقرہ: ۲۰۵

(۴۲) القرآن، سورہ ھود: ۶۱

(۴۳) محولہ بالا ایضاً

(۴۴) القرآن، المائدہ ۵: ۶۴

(۴۵) القرآن البقرہ ۲: ۲۱۱

(۴۶) امام ابوداؤد ایضاً، کتاب الخراج والامارۃ والفئی، باب فی احیاء الموات، حدیث ۳۰۷۴

(۴۷) امام ابن ماجہ ایضاً، المقدمہ، باب ثواب معلم الناس الخیر ۲۴۲

(۴۸) مسلم کتاب الایمان، باب: بیان عدد شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۵،

(۴۹) مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقۃ علیٰ کل نوع من المعروف، حدیث، نمبر، ۱۰۰۹

(۵۰) امام بخاری ایضا، کتاب الصلوٰۃ، باب: کراھیۃ الصلوٰۃ فی المقابر، حدیث نمبر، ۴۳۲

(۵۱) امام مسلم ایضاً کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل ازالۃ الاذیٰ عن الطریق، حدیث نمبر ۲۶۱۸

(۵۲) اللطبرانی، الامام الحافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط دار حرمین بالقاھرۃ، ۲۰۰۹ء، ۲۳۱/۴

(۵۳) امام ترمذی ایضاً، ابواب الادب عن رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم باب: ماجاء فی النظافۃ، حدیث نمبر ۲۷۹۹

(۵۴) امام مسلم ایضاً، کتاب الطھارۃ، باب: النھی عن التخلی فی الطریق واظلال، حدیث نمبر ۲۶۹

(۵۵) فتاویٰ عالمگیری، اردو، مترجم، مولانا سید امیر علی، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور، س، ن، ۴۰/۶، ۴۱

(۵۶) الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، احیاء العلوم فی الدین ۳۳۹/۲

(۵۷) مسند امام احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۱۹۱، حدیث نمبر، ۱۳۰۰۴،

(۵۸) البوصیری، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل، اتحاف اخیرہ المھر ۃ بزوائد المسانید العشر ہ، ج ۳، ص ۳۸۴، حدیث نمبر، ۲۹۴۵،

(۵۹) المعروف، بالطحاوی، المصر ی، الازدی، الحجری، ، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبد الما لک بن سلمہ، شرح مشکل الاثار، ج ۹، ص ۱۷۴، حدیث نمبر، ۳۵۴۳،

(۶۰) کنز الاعمال فی سنن الاقوال والافعال ج ۳، ص ۹۰۹، حدیث نمبر: ۹۱۳۶، علاء الدین علی بن حسام الدین، المتقی الھندی البرھان فوری، الموسۃ الرسالۃ

(۶۱) امام ابوداؤ دایضاً، کتاب الادب، باب: فی قطع السدرۃ، حدیث، نمبر ۵۲۳۹

(۶۲) القزوینی، امام ابن ماجہ، کتاب الادب، باب: النھی عن سب الریح، حدیث نمبر ۳۷۲۷

(۶۳) سورہ اعراف ۵۷

(۶۴) القرآن: سورۃ بقرہ ۱۶۴

(۶۵) القرآن: سورہ ملک ۱۹

(۶۶) الجوزی، المعروف، بابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب، التبیان فی اقسام القرآن، مجمع الفقہ الاسلامی بجدہ، ۱۴۲۹ھ/۱۹۰

(۶۷) قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، ایضاً ۲۹۷

(۶۸) الخطابی، البستی، ابوسلیمان حمد بن محمد، ، معالم السنن مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۳۷ھ/۱۶۳۲/۴

(۶۹) المعروف بابنِ خلدون، ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون اردو ترجمہ مولانا راغب رحمانی، ناشر نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، طبع یازدھم، دسمبر، ۲۰۰۱ء ص، ۱۴۸

(۷۰) القرآن، البقرہ ۲؛ ۱۹۵

(۷۱) امام بخاری ایضاً، ج ۵، ص ۲۱۵۸، حدیث نمبر ۵۳۸۰

(۷۲) امام مسلم ایضاً، ج ۷، ص ۲۷، حدیث نمبر ۵۹۰۶

(۷۳) امام ترمذی ایضاً، ج ۵، ص ۱۷، حدیث نمبر ۲۶۲۷

(۷۴) امام بخاری ایضاً، ، کتاب الأذان، باب: ماجاء فی الثوم النی والبصل، حدیث، نمبر، ۸۵۵

(۷۵) امام مسلم ایضاً، ج ۲،ص ۸۰،حدیث ۱۲۸۲

(۷۶) ریاض الصالحین، ج ۲،ص ۳۴۴،امام نووی، دار اشاعت

(۷۷) ریاض الصالحین، ج ۲،ص ۳۵۶،ایضاً

(۷۸) رواہ مسلم، ریاض الصالحین، ج ۲،ص ۳۷۱، دار الاشاعت، کراچی

(۷۹) القرآن، الانعام، ۶: ۱۴۵

(۸۰) امام بخاری ایضاً، ج ۲،ص ۸۷۰

(۸۱) الطبرانی، سلمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم المعجم الکبیر، ، الناشر، مکتبہ العلوم والحکم، الموصل، طبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
ج ۳،ص ۱۷۹، حدیث نمبر ۳۰۵۱

(۸۲) امام مسلم ایضاً، ج ۲،ص ۶۷، حدیث ۱۲۵۹

(۸۳) امام بخاری ایضاً، ج ۲،ص ۶۰۱۔ حدیث ۱۵۸۷

(۸۴) اسلمی، الدمشقی، ابو محمد عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام بن ابی القاسم بن الحسن، الفوائد فی اختصار المقاصد،
دار لفکر المعاصر دمشق، ۱۴۱۶ھ، ص، ۶۷

(۸۵) امام مسلم، ایضاً، کتاب الصید والذبائح، ومایأ کل من الحیوان، باب الامر باحسان الذبح، حدیث نمبر ۱۹۵۵

(۸۶) سورہ النحل ۹۰

(۸۷) سورۃ البقرہ ۱۹۵

(۸۸) قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، ایضاً ۲۹۸

(۸۹) امام بخاری، ایضاً، کتاب الاشربۃ، باب تغطیۃ الاناء، حدیث نمبر ۵۶۲۴

(۹۰) امام مسلم، ایضاً کتاب الاشربۃ، باب: الامر بتغطیۃ الاناء، وایکاء السقاء، حدیث نمبر ۲۰۱۵

(۹۱) قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، ایضاً ۲۹۹

(۹۲) المصری، الحنفی، المعروف بابن انجیم، زین الدین بن ابراھیم بن محمد، البحر الرائق، دارلکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ۷/ ۱۹۷

(۹۳) نہایۃ الرتبۃ الظریفۃ فی طلب الحسبۃ الشریفۃ، ص ۲۲، بحوالہ قاسمی، ولی اللہ مجید، مولانا، ایضاً، ۳۰۰

(۹۴) ادیپوری، طلحہ چھوٹا، مولانا ایضاً، ۷۷

(۹۵) المصری، الحنفی، المعروف بابن نجیم، زین الدین بن ابراھیم بن محمد، الاشباہ والنّظائر، ج ا، ص ۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت

(۹۶) الجامع الصحیح المختصر، ج ا، ص ۹۰، حدیث نمبر ۲۲۲

(۹۷) محولا بالا ایضاً، الاشباہ والنظائر، ج ا، ص ۹۰

دینی مدارس میں خواتین تخصّصات کی ضرورت واہمیت

☆ کہکشاں بنت شبیر

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن:

" وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَ الاِنسَ اِلّا لِیعبُدُون"

اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی ہی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔(۱)

مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے انسانوں کی تخلیق کا مقصد واضح کیا اور پھر انسانوں میں مرد وعورت کو تخلیق کرنے کے بعد فرمایا:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَکَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُون"

یعنی جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مؤمن، اسے ہم زندگی میں پاکیزہ زندگی بسر کروائیں گے اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے" (۲)

اللہ رب العزت نے مرد وعورت کو ایک نطفے سے پیدا کیا اور پھر ان کے دائرہ کار بتادیئے، مرد کو عورت پر قوام بنادیا گیا اور عورت کو یہ ذمہ داری دی گئی کہ وہ بچوں کی تعلیم وتربیت کرے۔اس سلسلے میں اولیاء وسرپرستوں کو یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ وہ خواتین اور بچوں کی اسلامی تعلیم کی روشنی میں پرورش کریں اور انہیں تعلیم بھی سکھائیں اور اسی خدمت پر اجرِ عظیم کا وعدہ بھی کیا ہے۔

اسلام میں علم کا حصول فرض کا درجہ رکھتا ہے۔**طَلَبَ العَلمُ فَرِیضَۃ عَلٰی کُلِّ مُسلم** سے عیاں ہوتا ہے کہ دینِ اسلام

☆ ریسرچ اسکالر، جامعۃ المحصنات کراچی

حصولِ علم کے سلسلے میں مرد وعورت میں امتیاز نہیں برتتا۔ جس طرح مرد اور عورت معاشرے کے لئے جزوِ لازم اور ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں اسی طرح کسی قوم کی ترقی کا انحصار عورت کی اعلیٰ واختصاصی تعلیم پر منحصر ہے، کیونکہ مرد کی تعلیم صرف اسے فائدہ پہنچاتی ہے جب کہ ایک عورت کی تعلیم کئی نسلوں کو سنوار دیتی ہے۔

نپولین بونا پارٹ کا قول ہے کہ:

"تم مجھے تعلیم یافتہ مائیں دو، میں تمہیں ایک مہذب اور تعلیم یافتہ معاشرہ دوں گا"

پاکستان کی آبادی کا تقریباً ۵۱٪ عورتوں پر مشتمل ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اعلیٰ واختصاصی علوم کا ماہر ہونا ازحد ضروری ہے تا کہ ملک کی خوشحالی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

نبی کریم ﷺ نے والدین یعنی ماں اور باپ کو تلقین کی کہ وہ اپنی بیٹی کو دین سے متعلق علم کی دولت سے مالا مال کریں اور شادی کے بعد یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے دینی علم کا اہتمام کرے۔ اجازت دے کہ جہاں سے گوہرِ مقصود میسر آسکتا ہو۔ ۱۴ سو سال قبل جب عورتیں معاشرے میں بدسلوکی کا نشانہ بن رہی تھیں تو اسلام نے عورتوں کو علم سیکھنے پر آمادہ کیا۔

موجودہ دور علم وفن، تحقیق وریسرچ اور اختصاصی علوم میں مہارت حاصل کرنے کا دور ہے۔ اسلام ایک ہمہ گیر اور دائمی نظامِ حیات ہے اور اس نے اپنی شانِ ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر ایسی لچک اور اور گنجائش رکھی ہے کہ ہر جگہ اور ہر دور میں انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے۔ چنانچہ موجودہ دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ وادب کے علوم میں مکمل دسترس حاصل کی جائے۔ لہٰذا اس ضمن میں خواتین او بالخصوص طالبات کے لئے ایسے مواقع اور سہولیات پیدا کی جائیں کہ وہ اختصاصی علوم حاصل کرسکیں۔

تخصص کی تعریف:

خصّص۔۔۔۔ تخصص ' عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے۔ اردو میں اصل معنی اور حالت میں بطور اسم مستعمل ہے۔ "خصوصیت، خاص کرنے یا ہونے کا عمل، مختص اور راجح ہونے" کے معنی میں مستعمل ہے۔ (۳)

تخصص بمعنی فعل مخصوص کرنا، خاص ہونا اور ترجیح دینے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تخصص مہارت کا عمل اور اثر ہے، یہ ایک خصوصی صفت ہے جو خاص اور واحد کا نام رکھنے کی اجازت دیتی ہے جو عام سے مختلف ہوتی ہے۔ دوسرے معنوں میں یہ آرٹ یا سائنس کی ایک شاخ ہے جس میں کسی متعین شے کی حیثیت سے انتہائی

عین مطابق مہارت حاصل کی جاتی ہے۔تخصص محدود موضوع کے مکمل مطالعے پر مشتمل ہوتا ہے۔تعلیمی سطح پر ڈگری یا ڈپلومہ مکمل کرنے کے بعد ہونے والے مطالعات کو عام طور پر "تخصص' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

خواتین تخصصات کی ضرورت:

اسلام نے جہاں مرد وزن کے درمیان دیگر دنیاوی امور میں عدل ومساوات کا حکم دیا وہیں اولیاء وسرپرستوں کو یہ ترغیب دلائی کہ وہ خواتین اور بچیوں کو اسلامی تہذیب وتعلیم سے آراستہ وپیراستہ کریں۔امام بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ: نبی آخرالزماںﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں یا دو بہنیں یا دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے حقوق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور ان کے ساتھ احسان ونیک سلوک کا معاملہ کرے (بہترین تعلیم وتربیت کرے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔(۴)

علم ایسی ضرورت ہے کہ جس کے لئے نبیﷺ نے نہ صرف تاکید فرمائی بلکہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے خصوصی اہتمام فرمایا حقیقت یہ ہے کہ علم انسانیت کے لئے تحفِ ربانی ہے۔

عہدِ رسالت مآبﷺ میں جب پورے عالمِ اسلام میں احادیث کی روایات اور تدوین کا سلسلہ شروع ہوا تو محدثین وراویان اور فقیہانِ اسلام کے ساتھ ساتھ محدثات وراویات اور فقیہات نے بھی گھر بار چھوڑ کر دور دراز ممالک کا سفر کیا۔وہ درس گاہوں میں مرد حضرات سے الگ رہ کر سماع کرتیں تھیں اور اسی طرح ان محدثات میں سے بہت سی حافظات، مفسرات، فقیہات، قاریات، اور مفتیات تھیں جو کہ اپنے شعبے میں اور وعظ وتذکیر میں نمایاں مقام رکھتی تھیں۔

ذیل میں چند صحابیات وعالمات کا تذکرہ موجود ہے کہ جنھوں نے علم وعمل، فقاہت وشرعی مسائل کے علوم میں مہارت ودسترس حاصل کی۔

حضرت عائشہؓ۔۔۔عظیم ترین عالمہ اور معلمہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ امہات المؤمنین میں سے ہیں اور آپؓ مسلمان مردوں اور عورتوں کی دینی معاملات میں مسلسل رہنمائی فرماتی تھیں۔آپ سے رہنمائی حاصل کرنے والوں میں وقت کے خلیفہ اور اکابر حضرات شامل تھے۔

اروی بنتِ زبیرؓ ان کی ایک ہونہار شاگردہ تھیں، ان کا کہنا تھا کہ: قرآنی تفہیم، فرائض، جائز اور ناجائز معاملات، ادب، شاعری

اور ادب کی تاریخ میں حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم کوئی ان کی نظر سے نہیں گزرا۔ چاروں خلفائے راشدینؓ آپؓ سے مختلف مسائل پر گفتگو اور مشورے کرتے اور آپؓ ان کی رہنمائی فرماتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بھی آپؓ سے اکتساب فیض کرنے والوں میں شامل تھے۔

حضرت ابو موسیٰؓ جو کہ مشہور فقیہ تھے 'فرماتے ہیں کہ: (ایسا کئی بار ہوا کہ) ہم صحابہ کرامؓ کو کسی معاملے کے بارے میں علم نہیں ہوتا تھا تو ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے رہنمائی کے طالب ہوتے تھے اور ان کے پاس یقیناً ہمارے ہر علمی استفسار کا جواب موجود ہوتا تھا۔۔ ان سے باقاعدہ اکتساب حاصل کرنے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد ۸۸ سے زیادہ تھی۔ جو بعد میں نامور فقیہہ اور عالم بنے۔ اس لحاظ سے حضرت عائشہؓ عالموں کی استاد تھیں۔ (۵)

حضرت صفیہؓ۔۔۔۔۔فقہ کی ماہرہ:

آپ ﷺ کی زوج؟ محترمہ حضرت صفیہؓ کو اسلامی فقہ پر خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ امام نوویؒ کے مطابق: حضرت صفیہؓ اپنے دور میں علم وذہانت میں ممتاز ترین حیثیت کی حامل تھیں۔

حضرت امِّ سلمہؓ۔۔۲۳ عالموں کی استاد:

ام المؤمنین حضرت امِ سلمہؓ بھی بلند پایہ مقام رکھتی تھیں اور ابن حجر عسقلانیؒ کے مطابق: ۲۳ سے زائد علماء نے آپ کی رہنمائی میں حصولِ علم کے مراحل طے کیئے۔

فاطمہؓ بنتِ قیس۔۔۔۔۔مکالمہ بالدلائل کی ماہرہ:

فاطمہؓ فقہ پر عبور رکھتی تھیں اور انہیں مکالمہ بالدلائل پر خصوصی ملکہ حاصل تھا ایک مرتبہ ایک علمی مناقشہ پر حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ سے پورا دن بحث کرتی رہیں اور وہ دونوں ان کے دلائل کو غلط ثابت نہ کر سکے۔ امام نوویؒ کے مطابق فاطمہؓ کتنے ہی علوم پر دسترس رکھتی تھیں۔

امِّ سلیمؓ۔۔دعوت وتبلیغ کی ماہرہ:

حضرت امِ سلیمؓ، حضرت انسؓ کی والدہ ماجدہ تھیں جنہوں نے حضرت انسؓ کو نبی ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اس لئے امِّ سلیمؓ کو کافی وقت نبی کریم ﷺ کے گھر میں گزارنے کا موقع ملتا تھا اور وہ اس وقت کو حصولِ علم کے لئے صرف کرتی

تھیں۔آپ ؟ کی مجلس کی برکت سے امِّ سلیمؓ میں پُر اثر گفتگو کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی اور وہ اسے دعوت وتبلیغ کے لئے استعمال کرتی تھیں۔

سیدہ نفیسہؒ۔۔۔امام شافعیؒ کی استاد:

حضرت حسنؓ کی پڑ پوتی تھیں (حضرت امام جعفرؒ کے صاحبزادے حضرت اسحاق کی اہلیہ تھیں) دوسری صدی ہجری میں حضرت امام شافعی کی ہم عصر تھیں۔وہ اکثر سیدہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے متعلق علمی مسائل پر گفتگو کرتے۔
روایات کے مطابق امام شافعیؒ نے علم الحدیث میں سیدہ نفیسہؒ سے قابلِ ذکر استفادہ کیا(٦)

ام الدرداءؓ۔۔سائنس کی ماہرہ:

ام الدرداء جو کہ ابودرداءؓ کی اہلیہ تھیں۔ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سائنس کی ماہرہ تھیں۔
اندازہ کیجئے کہ ایک ایسے وقت میں کہ جب عورتیں ظلم اور تشدد کا نشانہ بن رہی تھیں اور انہیں پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ایسے دور میں اسلام نے علم کی اس قدر روشنی پھیلائی کہ مسلمان عورتوں میں ہر شعبہ علم کی ماہرات موجود تھیں۔۔۔پس ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لئے تعلیم کو ضروری قرار دے کر ان کے لئے اعلیٰ واختصاصی علوم کے حصول کی راہیں ہموار کیں اور ترقی کے دروازے کھولے نہ کہ جاہل رکھ کر ان کی پسماندگی پر اصرار کیا۔
قَالَ رسول اللہﷺ:"لَنْ یَفلح قَومٍ وَلو امُرَھم امرٰۃ"
(وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جو اپنا معاملہ کسی عورت کے سپرد کردے۔(٧)
اس حدیث رسولﷺ کو بنیاد بنا کر عورت سے فقہ واجتہاد اور علم وعرفان کا حق چھیننے کی کوشش کی جارہی ہے۔جبکہ رسول اللہﷺ کا یہ فرمان عام نہیں ہے بلکہ اس کی تخصیص کے بے شمار دلائل موجود ہیں اور خود رسول اللہﷺ نے عورتوں کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ وہ دینی امور میں عورتوں کی رہنمائی کریں۔
اس کی ایک ادنیٰ سی مثال وہ واقعہ ہے کہ:"جب ایک عورت نبیﷺ سے طہارت کا مسئلہ دریافت کرنے آئی تو آپ نے اسے جواب دیا لیکن اسے سمجھ نہ آیا تو اس نے پھر استفسار کیا لیکن بار بار کی وضاحت کے باوجود جب مسئلہ اس عورت کی سمجھ سے بالاتر رہا تو ام المؤمنین نے اسے مسئلہ سمجھا دیا کہ **"تبعیین بھا اثر الدم"**۔
اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ:

۱۔ عورت نصوص، شرعیہ کی وضاحت اپنی خداداد فقاہت سے کرسکتی ہے۔

۲۔ مرد کی موجودگی میں بھی ایک عورت مسئلہ کی وضاحت بہترین انداز میں کرسکتی ہے۔

۳۔ عورتوں کے بہت سے ایسے مسائل ہوتے ہیں کہ جنہیں مرد مفتیان عظام وعلمائے کرام حیاء وشرم کی بناء پر واضح لفظوں میں نامحرم عورتوں کے سامنے بیان نہیں کرسکتے، جبکہ عورتیں ایسی مخصوص مسائل عورتوں کے سامنے با آسانی بیان کرسکتی ہیں۔

۴۔ اگر کسی عورت کے اندر وہ شروطِ اجتہاد جن کا ذکر مختلف آئمہ نے کیا ہے متوافر ہوں اور وہ شرعی دلائل کی بنیاد پر اور فقہی اصولوں کی روشنی میں اجتہاد کرے اور فتویٰ صادر کرے تو اس کا فتویٰ محض اس بنیاد پر رد نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کا تعلق صنفِ رجال سے نہیں ہے۔

۵۔ ایک متخصصہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ راسخ العلم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی زندگی میں متقی، پرہیزگار اور شریعت کی پابند ہو۔

دینی مدارس میں درجات تخصص کا قیام اور اسلامی علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم وتحقیق کا بندوبست وقت کی ایک ایسی اہم اور فوری ضرورت ہے جس کی اہمیت اور فوری نوعیت کے بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس میں درس نظامی کے بعد تخصص اور تکمیل کے شعبے گزشتہ چند عشروں کے دوران کثرت سے قائم ہوئے ہیں۔ تخصص اور تکمیل کے یہ شعبے عموماً تفسیر، فقہ، فتویٰ اور تجوید وقراءت کے میدانوں سے متعلق ہیں۔ بلاشبہ یہ شعبے مفید کام کر رہے ہیں اور ان کی موجودگی سے اسلامی تخصصات کی اہمیت کا احساس بڑھا ہے، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے کسی بھی شعبہ سے تخصص کے وہ مقاصد اب تک کماحقہ پورے نہیں ہوسکے جس کی آج ملک وملت کو شدید ضرورت ہے۔

تخصص کے شعبہ کا مقصد درج ذیل قسم کے اہل علم کی تیاری ہونا چاہیے:

۱۔ نمایاں اسلامی علوم (تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اسلامی معاشیات) کے اعلیٰ مضامین کی تدریس کے لیے ایسے اساتذہ کی تیاری جو ان مضامین کی اعلیٰ سطح پر کماحقہ تعلیم دے سکیں اور دینی مدارس کے طلبہ کو آنے والے چیلنجوں اور خطرات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرسکیں۔

۲۔ ایسے علمائے کرام کی تیاری جو ملکی جامعات اور عصری تعلیمی اداروں میں اعلیٰ سطح پر اسلامی علوم کی تدریس کی ذمہ داریاں کامیابی سے انجام دے سکیں اور وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے عمل کی موثر رہنمائی کرسکیں۔

۳۔ ایسے اہل علم کی تیاری جو اسلامی علوم کے بارے میں پیدا کی جانے والی بدگمانیوں اور اسلامی عقائد واحکام کے بارے میں کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل اور تسلی بخش جواب دے سکیں۔

۴۔ ایسے اہل علم کی تیاری جو اپنی عمیق دینی مہارت کی بنیاد پر مغربی علوم وفنون کا ناقدانہ جائزہ لے سکیں اور مغربی افکار وتصورات کا اسلامی شریعت کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ کرکے ان کے رطب ویابس کو الگ الگ کر سکیں۔(۸)

اس وقت امر واقعہ یہ ہے کہ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کی بہت بڑی تعداد مساجد کی امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دی رہی ہے۔اسی طرح دینی مدارس کی فارغ التحصیل طالبات اسکولز اور دیگر اداروں میں معلّمہ کے فرائض سرانجام دیتی نظر آتی ہیں۔معاشرہ کی دینی تشکیل اور رائے عامہ کی اسلامی تربیت میں اساتذہ، کے کردار اور تدریسی نظام میں بہتری کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ مدارس کے ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے تین بلکہ چار سالوں کا نصاب اس طرح تیار کیا جائے کہ اس کے فارغ التحصیل طلبہ اور طالبات اچھے مدرس ومدرسات بن سکیں۔

دینی مدارس میں تخصص کے میدان:

دینی مدارس میں درجات تخصص کا قیام اور اسلامی علوم وفنون کی اعلیٰ تعلیم وتحقیق کا بندوبست وقت کی ایک ایسی اہم اور فوری ضرورت ہے جس کی اہمیت اور فوری نوعیت کے بارے میں دورائیں نہیں ہوسکتیں۔غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے مدارس میں درس نظامی کے بعد تخصص اور تکمیل کے شعبے گزشتہ چند عشروں کے دوران کثرت سے قائم ہوئے ہیں۔جن میں سے چند شعبوں کا تذکرہ ضروری ہے کہ جن میدانوں میں تحقیق وریسرچ کرنا ملک وملت کی تعمیر کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۱۔تفسیر اور علوم قرآن	۶۔اسلامی معیشت وتجارت
۲۔حدیث اور علوم حدیث	۷۔تقابل ادیان
۳۔فقہ اور اصول فقہ	۸۔فکر جدید اور مطالعہ مغرب
۴۔افتا اور قضا	۹۔اسلام اور اسلامی تہذیب عصر جدید میں
۵۔عقیدہ اور کلام	۱۰۔عربی زبان وادب
۱۱۔تخصص فی الدرس والتدریس	۱۲۔تخصص فی علوم الشرعیّہ
۱۳۔تخصص فی القرآۃ	۱۴۔تخصص فی السیرت

۱۵۔تخصص فی التجوید

تخصص کی سطح پر امید کی جانی چاہیے کہ طلبہ اعلیٰ استعداد کے حامل ہوں گے اور ان کو کوئی کتاب سبقاً سبقاً اول سے لے کر آخر تک پڑھانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس سطح پر استاذ کا کام رہنمائی کرنا اور طلبہ کا کام از خود مطالعہ ہونا چاہیے۔تعلیم کے دوسالوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ یہ چاروں حصے پانچ پانچ مہینوں پر مشتمل ہو سکتے ہیں۔ پانچ مہینوں کی اس مدت میں ایک طالب علم پانچ سے سات موضوعات تک بآسانی مطالعہ کر سکتا ہے۔ اس مرحلے پر پوری پوری کتابیں سبقاً سبقاً پڑھانے کے بجائے امہات الکتب کے منتخب ابواب پڑھائے جائیں۔ایک مضمون کا استاذ ہفتے میں تین یا چار مرتبہ طلبہ کو درس یا رہنمائی کے لیے دستیاب ہو اور بقیہ اوقات میں طلبہ از خود مطالعہ کریں اور مطالعہ کے نتائج کو تحریری طور پر مرتب کریں۔ یہ اسلوب انگریزی اور ملکی قانون کے مطالعہ میں بہت آسانی سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

یہاں مختلف موضوعات اور میدانوں میں تخصص کی مکمل اسکیم کی نشان دہی قبل از وقت ہوگی۔ اگر ان گزارشات سے فی الجملہ اتفاق ہو تو آغاز سے انتہا تک ایک مکمل نقشہ تجویز کرنا ہوگا۔ بنیاد اور ڈھانچہ کی تعمیر سے قبل اونچی منزلوں کی تعمیر کا کام اور اس کی تجاویز غیر مناسب ہیں۔ان صفحات میں تخصص کے لیے دس میدان تجویز کیے گئے ہیں۔ کسی ایک ادارہ کے لیے ان سب میں بیک وقت تخصص کا پروگرام شروع کرنا نہ قابل عمل ہے اور نہ مناسب۔ بہتر یہی ہوگا کہ پہلے قدم کے طور پر بڑے بڑے دینی ادارے ایک ایک یا زیادہ سے زیادہ دو دو میدانوں میں تخصص کا پروگرام شروع کریں اور آہستہ آہستہ دوسرے شعبوں کی طرف قدم بڑھائیں۔(۹)

مدارس کے بورڈ کی طرف سے ایک مستقل نظامت اعلیٰ برائے تخصصات شرعیہ قائم کی جانی چاہیے جو تخصص کا نصاب اور نظام وضع کرے۔ بورڈ کی اجازت اور منظوری کے بغیر کسی ادارہ کو تخصص کا شعبہ قائم کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔ جہاں ایسے شعبے قائم ہوں، ان کی نگرانی مذکورہ نظامت اعلیٰ کرے اور معیار کی پابندی کو یقینی بنائے۔

☆تخصص فی الفقہ واصول الفقہ :

دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے درس نظامی کے نصاب میں ایک علم ''علم فقہ'' ہے، ابتدا سے لے کر اب تک درس نظامی کے نصاب پر گزرے ہوئے اَدوار میں سے کوئی بھی دور ایسا نہیں ہے کہ جس میں علم فقہ کی کتابیں داخل نصاب نہ ہوں، اگر چہ مختلف وجوہ کے پیش نظر فقہ کی کتابوں میں تبدیلی ہوتی رہی ہے، جیسا کہ دیگر علوم کی کتب میں ہوتی رہی ہے، البتہ مطلَق ''علم

فقہ'' کی کتابیں داخل نصاب رہی ہیں۔اوراس کی وجہ صرف اورصرف علمِ فقہ کا بڑی اہمیت کا حامل ہونا ہے، کیوں کہ علمِ فقہ میں زندگی میں پیش آنے والی ہرممکن صورت کا حکم موجود ہے اور پھر صرف ایک مخصوص زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی زندگی میں ممکن الوقوع تمام حوادث اورواقعات کا حکم اس میں موجود ہے، کیوں کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اللہ جل جلالہ کے اس دین کا نچوڑ ہے جوگزشتہ،موجودہ اورآئندہ زمانے کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔علم فقہ کی اہمیت پرقرآن کریم کی آیات:

ا.یوت الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد أوتی خیرًا کثیرًا. (۱۰)

نیز فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین (۱۱)واضح دلائل ہیں۔

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِگرامی:''**من یر د الله به خیراً یفقهه فی الدین**''اس علم کی اہمیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے''تفقہ فی الدین'' کی دعافرمائی تھی۔

فقہ اوراصول فقہ میں تخصص کے لیےضروری ہوگا کہ ابتدائی دوسالوں میں جونصاب پڑھایا جائے، وہ متقدمین کی کتابوں سے لے کرمتاخرین تک ہر دور کی نمائندہ کاوشوں پر مشتمل ہو۔اس سطح پرفقہ اسلامی کا تقابلی مطالعہ ناگزیرہونا چاہیے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیائے اسلام میں مختلف فقہی مسالک کا ایک دوسرے سے ارتباط اوراحتکاک ہورہا ہے۔دنیا کے ہر بڑے شہر میں تقریباً ہرفقہی مسلک سے وابستہ مسلمان بڑی تعداد میں موجود ہیں جن کا ایک دوسرے سے روزانہ کوئی نہ کوئی فقہی واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ان حالات میں فقہ کے متخصصین کواپنے فقہی مسلک کے علادہ دوسرے مسالک سے کسی قدرواقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کام کے لیے ابن رشد کی بدایۃ المجتہد کے علاوہ دوسرے فقہی مسالک کی بعض منتخب کتب کے ابواب طلبہ کو پڑھانے چاہییں۔اسی طرح اصول فقہ کا تقابلی مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔ایک معاصر سعودی عالم نے''المہذب فی اصول الفقہ المقارن'' کے نام سے تقابلی اصول فقہ پرایک جامع کتاب پانچ جلدوں میں تیارکی ہے۔وہ اس مرحلے پر بہت مفید ثابت ہوسکتی ہے۔

فقہ میں تخصص کے طلبہ کے لیے انگریزی اصول فقہ، ضابطہ فوجداری ودیوانی،تعزیرات پاکستان اور پاکستان کے آئین اوردو ایک منتخب قوانین کا مطالعہ ناگزیرہے۔ان قوانین کے مطالعے کا مقصد طلبہ کووکیل یاانگریزی قانون کا ماہر بنانا نہیں بلکہ اس طرز فکر سے واقف کرانا ہے جس کی بنیاد پر انگریزی قوانین مرتب ہوئے ہیں۔اگرتخصص فی الفقہ کا مقصد اور ہدف ملک میں

اسلامی شریعت کے نفاذ کے عمل میں حصہ لینا اور اس مقصد کو آگے بڑھانا ہے تو ملک کے قانون، عدالتی نظام اور دستوری نظام سے واقفیت ضروری ہے۔(۱۲)

تخصص کے پہلے قدم کے طور پر طلبہ کو دو یا زائد گروپوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ طلبہ جو فقہ اور علوم فقہ میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے نصاب کی تفصیلات میں فقہی کتابوں اور مضامین اور فقہی موضوعات میں مہارت اور تخصص پر زیادہ زور دیا جائے۔ جو طلبہ مثلاً علوم قرآن وتفسیر اور علوم حدیث میں تخصص کرنا چاہیں، ان کے تجویز کردہ نصاب میں فقہی کتب کی تعداد کو نسبتاً کم کر کے حدیث وتفسیر کی کتب شامل کی جائیں۔ لیکن درس نظامی کی موجودہ کتب چند ایک کے اضافے کے ساتھ دونوں گروپوں کے لیے رہنی چاہییں۔ اس سطح پر طلبہ کو اسلامی معاشیات، اسلامی بنکاری، اسلامی بیمہ کاری کے ساتھ ساتھ مغربی افکار اور نظریات کے بارے میں بھی ایک دو کتب لازمی طور پر پڑھائی جائیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ اس مرحلے میں جو طلبہ داخل کیے جائیں، وہ انگریزی زبان سے کسی حد تک واقفیت رکھتے ہوں۔ مغربی افکار سے واقفیت کا بندوبست باقاعدہ نصابی کتب کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اور ماہرین کے توسیعی خطبات کے ذریعے بھی۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مرحلے کو بھی دو ذیلی مرحلوں میں تقسیم کیا جائے۔ پہلا ذیلی مرحلہ جو دو سال پر مشتمل ہو تو وہ تمام طلبہ کے لیے مشترک ہو اور کوشش یہ کی جائے کہ ان دو سالوں کے دوران موقوف علیہ تک کی بنیادی اور اساسی کتب اور مضامین ختم ہو جائیں۔ دوسرا ذیلی مرحلہ حدیث اور تفسیر کے طلبہ کے لیے الگ اور فقہ اور اصول فقہ کے طلبہ کے لیے الگ ہو۔ کچھ مضامین میں دونوں طلبہ شریک ہوں۔ مثال کے طور پر جامع ترمذی کے درس میں دونوں گروپوں کے طلبہ شریک ہوں۔ اسی طرح آیات احکام یا فقہی تفسیر کے متعلق مضامین بھی دونوں گروپوں کے لیے لازمی ہوں۔ ان دونوں کے علاوہ چند اور مضامین بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔

امید کی جانی چاہیے کہ ہدایہ کے چاروں حصے ابتدائی دو سالوں تک مکمل ہو جائیں گے۔ اب اگلے دو سالوں کے نصابات میں جو طلبہ آگے چل کر فقہ میں تخصص کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے کل مضامین کا آدھا حصہ فقہی مضامین پر مشتمل ہو اور باقی مضامین مشترک ہوں۔ اسی طرح جو طلبہ آگے چل کر حدیث اور تفسیر میں تخصص کرنا چاہتے ہیں، ان کے لیے کل مضامین کا کم از کم پچاس فیصد حدیث اور تفسیر پر مشتمل ہونا چاہیے۔ ان دو سالوں میں فقہ اور اصول فقہ میں آگے چل کر تخصص کرنے والے طلبہ کے لیے نصاب کا خاکہ اس طرح کا ہو سکتا ہے:

سال اول کی پہلی شش ماہی:

ا۔ عقود رسم المفتی	۲۔ بدائع الصنائع کے منتخب ابواب، مثلاً کتاب الزکوۃ، کتاب النکاح، کتاب الطلاق۔
۳۔ البحر الرائق کے منتخب ابواب	۴۔ بدایۃ المجتہد (حصہ اول)
۵۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ (باب اول)	۶۔ مشترک مضامین

سال اول کی دوسری شش ماہی:

ا۔ ردالمختار کے منتخب ابواب	۲۔ اصول السرخسی
۳۔ بدایۃ المجتہد، حصہ اول	۴۔ المغنی لابن قدامہ (منتخب ابواب)
۵۔ مشترک مضامین	۶۔ المہذب فی اصول الفقہ المقارن۔ جلد اول
۷۔ مشترک مضامین	۸۔ درس نظامی کی بقیہ کتب

سال دوم کی دوسری شش ماہی:

ا۔ نیل الاوطار، منتخب ابواب	۲۔ شرح معانی الآثار
۳۔ احکام القرآن للجصاص	۴۔ المہذب فی اصول الفقہ المقارن، جلد دوم
۵۔ مشترک مضامین	۶۔ المستصفی للغزالی (از آغاز تا نہایت قطب ثانی)
۷۔ مشترک مضامین	۸۔ درس نظامی کی بقیہ کتب

ان دو مرحلوں کی کامیاب تکمیل کے بعد طلبہ کی بڑی تعداد فارغ التحصیل ہو جائے گی۔ وہ متداول درس نظامی کی تمام اہم کتابیں اور بنیادی مضامین پڑھ چکی ہوگی۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد مضامین سے ضروری واقفیت حاصل کر چکی ہوگی۔ اب صرف وہ ذی استعداد طلبہ رہ جائیں گے جو اس مرحلہ پر بھی بہت ممتاز اور نمایاں رہے ہوں۔ ان کو تخصص کی سطح کی تعلیم کے لیے منتخب کیا جائے۔ گویا اگر ادارے میں ابتدائی مرحلے میں ایک سو طلبہ داخل ہوئے ہوں تو ان میں سے پہلے مرحلے میں یعنی ثانوی تعلیم کے چار سال کی تکمیل پر کم از کم پچاس طلبہ کو فارغ کر دیا جائے۔ بقیہ پچاس طلبہ میں سے کم از کم نصف یعنی پچیس اگلے مرحلے یعنی مزید چار سال کی تکمیل پر فارغ کر دیے جائیں اور تخصص کے مرحلے پر صرف ایک چوتھائی طلبہ کو قبول کیا جائے۔ یہ بات کہ ہر طالب عالم کو آخر تک ہر چیز پڑھائی جائے، نہ مناسب ہے اور نہ قابل عمل۔ نہ ہر طالب علم کی یہ استعداد ہے اور نہ اس کی

ضرورت ہے کہ اس کو آخری سطح تک ادارے سے وابستہ رکھنے پر اصرار کیا جائے۔(۱۳)

تخصص فی الحدیث

علم حدیث کے وسیع ذخائر، علوم حدیث کے لامتناہی دفاتر اور معارف حدیث کے عمیق مباحث عموماً تخصص حدیث کے شعبوں میں بار نہیں پاتے۔حدیث میں تخصص اور دو دو سال میں دورۂ حدیث کرنے والے طلبہ علوم حدیث کے امہات مسائل بلکہ اہم کتابوں کے ناموں تک سے ناواقف رہتے ہیں۔ ہمارے ہاں تخصص حدیث دراصل احادیث احکام کے مسلکی مطالعے سے عبارت بن کر رہ گیا ہے۔

مختلف مسالک کے اہل علم نے اپنے اپنے مسلک کی تائید کے نقطہ نظر سے منتخب احادیث کے مطالعے کو تخصص کا نام دے دیا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ کو اپنے اپنے فقہی اور کلامی موقف کے بارے میں چند گنی چنی احادیث اور روایات کے بارے میں تو واقفیت خوب ہو جاتی ہے،لیکن علوم حدیث کے اعلیٰ مباحث، ہدایت نبوی کے حقائق و معارف اور محدثین اسلام کی غیر معمولی کاوشیں طلبہ کی پہنچ سے باہر رہتی ہیں۔یہی بلکہ اس سے بھی گیا گزرا حال فقہ کے تخصص کا ہے۔

اس صورت حال میں اب تک کیے جانے والے تجربہ پر از سر نو غور کر کے تخصصات کے ایسے نئے نصاب اور نظام کی تیاری کی فوری ضرورت ہے جہاں دینی مدارس کے فارغ التحصیل اصحاب سے ذی استعداد نوجوان اہل علم کو منتخب کر کے متعلقہ اسلامی علوم وفنون میں ٹھوس تربیت دی جائے۔لیکن تخصص کا کوئی بھی نظام یا نصاب اس وقت تک موثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتا جب تک تعلیم کے ابتدائی مراحل پر بھی بھرپور اور تفصیلی نظر ثانی نہ کی جائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تخصص کے لیے جس صلاحیت اور سطح کے رجال کار اور طلبہ درکار ہوں گے، جب تک وہ بنیادی اسلامی علوم میں گہری استعداد اور علوم آلیہ سے اچھی طرح واقفیت نہ رکھتے ہوں،ان کے لیے تخصص کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کا حصول ممکن نہ ہوگا۔(۱۴)

آج جو نئے اور اور قابلِ ذکر مجموعے مرتب ہو رہے ہیں اور جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے وہ نئے مسائل کے بارے میں ہیں۔

مثال کے طور پر آج معیشت نئے انداز سے مرتب ہو رہی ہے 'حدیثِ نبوی کی بنیادی کتابوں میں اور احادیث نبوی کے ذخائر میں ہزاروں ایسے ارشادات و ہدایات موجود ہیں جن کا انسان کی انفرادی اور اجتماعی معاشی زندگی سے ہے نئے انداز سے علمِ حدیث کے مجموعے مرتب کرنے کی ضرورت ہے جن میں آج کے دور کے تہذیبی، تمدنی، سیاسی، معاشی، اجتماعی، اخلاقی، اور روحانی ضروریات کے مطابق ابواب کی ترتیب وتحقیق کی جائے۔

برّصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کے عرصہ حکمرانی کے دوران خواتین کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا لیکن خواتین کے علیحدہ مدارس یا اقامتی مدارس کم ازکم اس خطے میں بہت پرانی روایت نہیں رکھتے۔مردوں کے لیے ایسے قدیم مدارس بھی بہت تھے اور بعد میں اصلاحات اور ترامیم کے ساتھ بھی بہت سے مدارس نے فروغ پایا مثلاً دیو بند، ندوۃ العلماء، مدرسہ الاصلاح وغیرہ۔اگرچہ خواتین کے لیے سکول اور کالج انگریزوں کے دور میں شروع ہوگئے تھے اور قیام پاکستان کے بعد بھی تسلسل سے قائم ہوتے گئے ،لیکن اقامتی دینی مدارس میں بہت بعد میں بننا شروع ہوئے۔1980 کی دہائی میں خواتین کے دینی مدارس کے قیام کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوااور اگلی دودہائیوں میں اس سلسلے میں بہت تیزی دیکھنے میں آئی۔مدارس کے وفاق بنے،رجسٹریشن اور باقاعدہ ڈگریوں کا نظام بنا۔

پاکستان میں دینی مدارس کے پانچ وفاق boards ہیں جن سے سینکڑوں مردانہ وزنانہ مدارس منسلک ہیں۔وفاق المدارس السّلفیہ،اہل حدیث مدارس کا وفاق ہے۔وفاق المدارس العربیہ اور تنظیم المدارس بالترتیب دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے نمائندہ ہیں۔وفاق المدارس الشیعہ اہل تشیع مدارس کا بورڈ ہے۔رابطۃ المدارس الاسلامیہ جماعت اسلامی کا نمائندہ وفاق ہے جو مسلکی تفریق کے بغیر قائم کیا گیا ہے۔2014 میں کیے جانے والے ایک سروے کے مطابق ان تمام وفاقوں سے وابستہ رجسٹرڈ مدارس طالبات کی تعداد 7654 ہے۔9 ہزاروں بچیاں یہاں حفظ، ناظرہ اور مختلف درجات کی دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ مدارس میں صرف غریب بچیوں کے علاوہ اب آسودہ حال گھرانوں کی بچیاں بھی تعلیم حاصل کررہی ہیں گو کہ ان کی تعداد دس سے بیس فیصد کے درمیان ہے۔

حرفِ آخر:

اختصاصی تعلیم جس کا مقصد کسی ایک شعب؟ علم میں کمال پیدا کرنا ہوتا ہے۔۔اس معاملے میں جس طرح ہمارے یہاں دوسرے علوم وفنون کی اختصاصی تعلیم کا انتظام کیا جات ہے، اسی طرح مدارس میں اب طلباء و طالبات کے لئے قرآن، حدیث ،فقہ،اور دوسرے علومِ اسلامیہ کی اختصاصی تعلیم کا بھی ہونا چاہیئے۔

تا کہ ہمارے یہاں اعلیٰ درجے کے مفسر، محدث، اور علمائے دین کے ساتھ ساتھ مفسرات،فقیہات اور مدرسات پیدا ہوسکیں۔اختصاصی تعلیم میں حسبِ ذیل مضامین کی تعلیم ہونی چاہیئے:

عربی ادب:

طلباء وطالبات میں اعلیٰ درجے کی علمی کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کی استعداد پیدا ہوسکے اور اس کے ساتھ وہ عربی زبان سیکھنے اور لکھنے پر بھی قادر ہوں۔

علوم القرآن:

جن میں پہلے طلباء وطالبات تفسیر، علمِ تفسیر، اور فنِ تفسیر کے مختلف اصولوں سے طالبات کو آشنا کروایا جائے اور پھر قرآن مجید کا تحقیقی مطالعہ کروایا جائے۔

علوم الحدیث:

اس میں حدیث، اصول الحدیث، تاریخ علم الحدیث، اور فن جرح وتعدیل پڑھانے کے بعد حدیث کی اصل کتابیں ایسے پڑھائی جائیں کہ طالبات ایک طرح حدیث کو پرکھنے اور ان کی صحت وسقم کے بارے میں رائے قائم کرنے کے بارے میں قابل ہوسکیں۔

علوم الفقہ:

طالبات کو فقہ، اصول فقہ، تاریخ علمِ فقہ، مذاہبِ فقہ کی امتیازی خصوصیات، اور قرآن وحدیث کے نصوص سے استنباط واحکام کے طریقے اور فتویٰ دینے کے طریقے شامل ہوں تاکہ طالبات خواتین سے متعلق احکامات کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرسکیں۔

تقابلِ ادیان:

جس میں دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کی تعلیمات سے، ان کی امتازی خصوصیات سے، اور ان کی تاریخ سے طلباء و طالبات کو آشنا کیا جائے۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ معلمات و مدرسات کے انتخاب میں ان کی سیرت واخلاق، اور دینی حالت کو ان کی تعلیمی قابلیت کے برابر اہمیت دیں۔

حوالہ جات:

۱۔ الذاریات ۶۵

۲۔ النحل ۹۷

۳۔ کمالین، ۱۹۶۹ء، ۳۸:۲

۴۔ امام ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، باب مَاجَاءَ فِی النَّفَقَۃِ عَلَی الْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ، حدیث:۱۹۱۲

۵۔ ڈاکٹر ذاکر نائیک، "مسلمان عورت 'مظلوم نہیں، خوش قسمت"، بیکن بکس، ۲۰۱۴، لاہور ص ۴۴-۴۹

۶۔ ایضاً

۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، کتاب النبی ﷺ الی قیصر وکسریٰ، رقم الحدیث:۴۴۲۵

۸۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ تعلیم، دار العلم والتحقیق، ۲۰۱۶، کراچی، ص ۳۳۰، ۳۳۱

۹۔ ایضاً۔ص ۳۳۶، ۳۳۷

۱۰۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۶۹

۱۱۔ سورۃ التوبۃ، ۹:۱۲۲

۱۲۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ فقہ، الفیصل، ۲۰۰۵، لاہور، ص ۳۳۲

۱۳۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضراتِ تعلیم، دار العلم والتحقیق، ۲۰۱۶، کراچی، ص (۳۳۶)

۱۴۔ ایضاً۔

غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے فقہی مسائل
جائزہ وحل

☆حفصہ اشرف

اللہ کی زمین پر ازل سے معرکہ حق و باطل جاری ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور صالح بندوں کے ذریعے حق کو غلبہ عطا کیا تو اسلامی سلطنت کئی مربع میل تک پھیل گئی اور مختلف خطوں سے مسلمان آ کر وہاں آباد ہوئے جبکہ بعض علاقے ایسے بھی تھے جہاں کی حکومتیں غیر مسلم تھیں مگر عامۃ الناس نے اسلام قبول کیا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ مختلف وجوہات کی بناء پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے اختلاط اور آپس کے معاملات میں یہ ضرورت شدید ہو جاتی ہے کہ مسلمان قرآن وسنت اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کس طرح زندگی کے معاملات طے کریں خصوصاً غیر مسلم حکومت اور غیر اسلامی قانون کی ماتحتی میں اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں کس طرح قانون اسلامی پر عمل پیرا ہوں اور اپنا الگ تشخص اور پہچان قائم رکھتے ہوئے نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی پابند اسلام اور مظہر شعائر اسلامی بنائیں نیز اردگرد دیگر مسلمانوں کو بھی ان کے مسائل کا حل دیں۔ زیر بحث موضوع کے تحت مسلمانوں کی غیر مسلم ممالک میں رہائش اختیار کرنے، وہاں کی شہریت حاصل کرنے کے طریقہ کار اور دیگر کچھ پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں حل دیکھنا مقصود ہے۔ نیز دور جدید کے تقاضوں کے مطابق کیا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟ اس پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ لیکن جو ایک غیر مسلم معاشرے میں انھیں درپیش ہیں۔

غیر مسلم ممالک میں رہائش اختیار کرنے کی شرعی حیثیت:

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے قرآن وحدیث اور سیرت نبوی ﷺ کی صورت میں اس نے جو تعلیمات پیش کی ہیں وہ انسانی تاریخ کے ہر دور کے لیے کافی ہیں۔ قرآن کا نزول تدریج کے ساتھ ہوا۔ سیرت نبوی ﷺ کے قانونی اور اخلاقی نمونے رفتہ رفتہ

معلّمہ، جامعۃ المحصنات، لاہور

دنیا کے سامنے آتے رہے، یقیناً اس تدریج میں اسلام اور مسلمانوں کے حق یہاں دنیا کے سیاسی اور سماجی حالات کا دخل تھا۔ قانون کے تدریجی عمل میں میں ایک طرف حالات کی تبدیلی کی رعایت کی گئی تو دوسری طرف مسلمانوں کے حق میں مخصوص احوال وظروف کی تعمیر اور مطلوبہ معاشرے کی تشکیل کا عمل بھی جاری رکھا گیا۔امور خارجہ اور غیر مسلموں سے تعلقات کے بارے میں ہمارے سامنے عہد نبیﷺ میں اسلامی ادوار کے تین نمونے ہیں۔

۱۔مکی دور ۲۔حبشہ میں مسلمانوں کے قیام کا دور ۳۔مدنی دور

یہ تینوں ادوار ہمیں بنیادی ہدایات فراہم کرتے ہیں۔

۱۔ مکی دور میں مسلمان مغلوب ہیں اور کمزور اقلیت ہیں،جس میں نہ اسلامی احکام پر عمل کی گنجائش ہے اور نہ کسی قوم یا مذہبی تنظیم سازی کی۔

۲۔ حبشہ کا دور مسلمانوں کی حالت آزادی کی علامت ہے جہاں وہ مذہبی طور پر آزاد ہیں اور انہیں سیاسی وفوجی خدمات پیش کرنے کا اختیار تھا۔

۳۔ مدنی دور مسلمانوں کی حالت غلبہ کی علامت ہے۔

عہد نبویﷺ کے بعد عہد خلافت راشدہ میں اس دور کی توسیع ہوئی اور رفتہ رفتہ مسلمان روئے زمین کی سب سے بڑی طاقت بن گئے اور صدیوں تک ایک غالب قوت کی حیثیت سے حکمران رہے۔ ہمارے فقہی ذخیرہ کا بڑا حصہ اس عہد غلبہ سے تعلق رکھتا ہے۔پھر امت مسلمہ کے سیاسی زوال اور قوت واقتدار سے محرومی کا دور شروع ہوا تو فقہی اثاثہ میں اس کے حوالے سے بڑی رہنمائی موجود نہ تھی بلکہ بعض اشارات موجود تھے۔انہی اشارات کو لے کر جب غیر مسلم اقوام کے تسلط کی شکل پیدا ہوئی یا مسلمان غیر مسلم ممالک میں جا بسے تو نئی فقہ مرتب کی گئی اور عصر حاضر کے علماء نے اسے فقہ الوقلیات کا نام دیا ۔موجودہ دور کی تقریبا ایک تہائی آبادی ان جگہوں پر اقلیت کی حیثیت سے آباد رہے جہاں دوسرے مذاہب،نظریات اور عقائد کے لوگوں کو انتظامی اور سیاسی بالادستی حاصل ہے صرف ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد تیس کروڑ کے قریب ہے علاقائی حالات کے تقاضوں سے ان مسلم اقلیتوں کے کچھ معاملات ایک دوسرے سے ہیں مگر زیادہ تر اموران کے درمیان مشترک ہیں۔قدیم مسلم اقلیات کی نسبت آج کی مسلم اقلیات کے مسائل بہت بڑھ گئے ہیں اس کی وجوہات میں سے کچھ یہ ہیں۔

☆ اس وقت زمین کا یہ اتحاد نہیں تھا۔

☆ انفرادی نوعیت کے مسائل تھے جب کہ آج کے مسائل وسیع عمیق اور پیچیدہ ہو گئے ہیں۔

بہر حال فقہاء نے کسی غیر مسلم ملک میں رہائش کے لیے کچھ صورتیں بیان کی ہیں۔

کسی غیر مسلم ملک میں مستقل رہائش اختیار کرنا اور اس کی قومیت اختیار کرنا اور اس ملک کے ایک باشندے اور ایک شہری ہونے کی حیثیت سے اس کو اپنا مستقل مسکن وطن بنا لینا، ایک ایسا مسئلہ جس کا حکم زمانہ وحالات کے اختلاف وانقلاب اور رہائش اختیار کرنے والوں کے کے اغراض ومقاصد کے اختلاف سے مختلف ہو جاتا ہے۔عصر حاضر میں اختلاف نوعیت کی سات قسمیں ہیں:

پہلی قسم نامساعد حالات:

اگر ایک مسلمان کو اس کے وطن میں کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچائی جارہی ہو یا اس کو جیل میں ظلماً قید کر لیا جائے یا اس کی جائیداد ضبط کر لی جائے اور کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کے سوا ان مظالم سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو، ایسی صورت میں اس شخص کے لیے کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا اور اس ملک کا باشندہ بن کر وہاں رہنا بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ وہ اس بات کا اطمینان کر لے کہ وہاں جا کر عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا اور وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گا۔

دوسری قسم تلاش معاش:

اس طرح اگر کوئی شخص معاشی مسئلہ سے دوچار ہو جائے اور تلاش بیسار کے باوجود اسے اپنے اسلامی ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں حتی کہ وہ نان جویں کا محتاج ہو جائے ان حالات میں اگر اس کو کسی غیر مسلم ملک میں ملازمت مل جائے۔ جس کی بنا پر وہ وہاں رہائش اختیار کر لے بشرطیکہ وہ اس بات کا اطمینان کر لے کہ وہ وہاں جا کر عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے اور وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے گا، اس کے لیے وہاں رہائش اختیار کرنا جائز ہے، اس لیے کہ حلال کمانا بھی دوسرے فرائض کے ساتھ ایک فرض ہے اور شریعت نے کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی، بلکہ عام اجازت دی ہے کہ جہاں چاہو رزق حلال تلاش کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضه (کنز الاعمال)(۱)

تیسری قسم تبلیغی و اصلاحی:

اس طرح اگر کوئی شخص کسی غیر مسلم ملک میں اس نیت سے رہائش اختیار کرتا ہے کہ وہاں اسلام کی دعوت دے گا یا جو مسلمان وہاں مقیم ہیں ان کو شریعت کے احکام بتائے اور ان کو اسلام پر جمے رہنے اور احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا اور تبلیغ کرے گا۔ اسی نیت سے وہاں رہائش اختیار کرنا صرف یہ نہیں کہ جائز ہے بلکہ موجب اجر و ثواب ہے۔(۲)

چوتھی قسم معیار زندگی کی بلندی و خوشحال:

اگر کسی شخص کو اس قدر معاشی وسائل حاصل ہیں جس کے ذریعے وہ اپنے شہر کے لوگوں کے معیار کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے۔ لیکن صرف معیار زندگی بلند کرنے کی غرض سے اور خوش حالی اور عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کی غرض سے کسی غیر ملک میں رہائش اختیار کرتا ہے موجب اجر و ثواب نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔(سورۃ الکہف ۳ فقہی مقالات ۲۳۳ مولانا تقی عثمانی)(۳)

پانچویں قسم تفاخر اور استخاف اسلام:

پانچویں صورت یہ ہے کہ کوئی شخص معاشرے میں معزز بننے کے لیے اور دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑھائی کے اظہار کے لیے غیر مسلم ملک مین رہائش اختیار کرتا ہے یا دارالکفر کی شہریت و قومیت کو دارالاسلام کی شہریت و قومیت پر فوقیت دیتے ہوئے اور اس کو افضل اور برتر سمجھتے ہوئے ان کی قومیت اختیار کرتا ہے یا اپنی پوری عملی زندگی میں بود و باش میں ان کا طرز اختیار کر کے ظاہری زندگی میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لیے اور ان جیسا بننے کے لیے رہائش اختیار کرتا ہے ان تمام مقاصد کے لیے رہائش اختیار کرنا مطلقا حرام ہے جس کی حرمت محتاج دلیل نہیں۔

چھٹی قسم تجارتی:

اگر کسی شخص کو اپنے ملک اور شہر میں اس قدر معاشی و تجارتی وسائل حاصل ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے شہر کے لوگوں کے ساتھ تجارت کر کے اعلیٰ قسم کا تاجر بن سکتا ہے لیکن صرف معیار تجارت بلند کرنے کی غرض سے اور اپنا نام و نمود اور شہریت حاصل کرنے کی غرض سیاعلیٰ قسم کی خوشحالی اور عیش و عشرت کی زندگی ہنود و یہود اور نصاریٰ جیسی گزارنے کی غرض سے کسی غیر مسلم ملک کے رہائش اختیار کرنا کراہت تحریمی سے خالی نہیں ہے، اس لیے کہ اس صورت میں دینی یا دنیاوی ضروریات کے بغیر اپنے آپ کو وہاں رائج شدہ فواحشات و منکرات کے طوفان میں ڈالنے کے مترادف ہے، اور بلا ضرورت اپنی دینی و اخلاقی حالت کو خطرے میں ڈالنا کسی طرح بھی درست نہیں، اس لیے کہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ عیش و عشرت اور خوشحالی کی

زندگی بسر کرنے کے لیے وہاں رہائش اختیار کرتے ہیں ان میں دینی حمیت کمزور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ کافرانہ محرکات کے سامنے تیز رفتاری سے پگھل جاتے ہیں، اسی وجہ سے حدیث شریف میں شدید ضرورت اور تقاضے کے بغیر مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

ساتویں قسم تعلیمی:

اسی طرح اگر کوئی شخص اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرتا ہے حالانکہ خود اس کے ملک اور شہر میں وافر مقدار میں تعلیمی وسائل حاصل ہیں، جس کالج یا یونیورسٹی اور جس شعبہ تعلیم میں وہ داخلے کا خواہش مند ہوگا، اس کی ضرورت تعلیم اکمل طریقے سے پوری کی جائے کہ کوئی تشنگی باقی نہ رہے مگر مغربی تہذیب وتمدن کا اتنا فریفتہ ہے گویا کہ وہ اس کے نزدیک منزل من السماء ہے، اس لیے وہاں جاکر تعلیم حاصل کرے گا۔ اب بلا کسی ضرورت وحاجت اور شدید ضرورت کے صرف دولت کے حصول اور معیار زندگی کو بلند کرنے یا اپنے معاشرے میں معزز بننے اور دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑائی جتلانے کے لیے مسلم ملک سے ہجرت کر کے غیر مسلم ممالک میں جاکر مستقل رہائش اختیار کرنا اور دارالحرب کی شناخت و قومیت پر ترجیح دے کر غیر مسلم ملک کی شہریت وقومیت حاصل کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ اس صورت میں آدمی گویا محض دنیاوی لالچ کی وجہ سے اپنے دین وایمان کو اور اپنے دینی تشخص کو داؤ پر لگاتا ہے اور عام طور سے تجربہ اس پر شاہد ہے کہ جو لوگ صرف ان اغراض کی وجہ سے غیر مسلم ممالک جاتے ہیں تو وہ آہستہ آہستہ ان ممالک میں موجود گناہوں اور منکرات کے سمندر میں ڈوب کر اگر اپنے ایمان سے محروم بھی نہ ہوں تو کم از کم اپنے دینی احکام اور دینی تشخص سے ضرور محروم ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے دینی لباس، حلیہ، شکل وصورت اور بود وباش میں مکمل طور پر کفار کی مشابہت نہ صرف اختیار کرتے ہیں بلکہ کفار کی مشابہت کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں جو کہ صریح حرام ہے مزید یہ کہ اگر (عورت) بیوی بچے بھی ساتھ ہوں تو خاندان کا سربراہ ہونے کی وجہ سے ان کی دینی تربیت کا انتظام نہ کرنے کے باعث ان کی بے دینی کا گناہ اور وبال بھی اس شخص پر پڑے گا جس کی وجہ سے حدیث شریف میں شدید ضرورت کے بغیر کفار ومشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ایک حدیث میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ: من جا مع المشر ک وسکن معه، فا نه مثله (۴)

ترجمہ: ''جو شخص مشرک کے ساتھ موافقت کرے اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کرے وہ اسی کے مثل ہے'' (ابوداؤد: کتاب الضحایا)

ایک دوسری حدیث:

حدثنا هناد، حدثنا ابو معاوية، عن إسماعيل بن ابى خالد، عن قيس بن ابى حازم، عن جرير بن عبد الله، ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث سرية إلى خثعم، فاعتصم ناس بالسجود، فاسرع فيهم القتل، فبلغ ذلک النبى صلى الله عليه وسلم، فامر لهم بنصف العقل وقال: " انا برىء من كل مسلم يقيم بين اظهر المشركين "، قالوا: يا رسول الله، ولم؟ قال: " لا ترايا ناراهما "،

قال ابو داؤد رواه هشيم،و معمر،و خالد الوسطى،وجماعة لم يذكرو ا جريرا(۵)

ترجمہ: جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ خثعم کی طرف ایک سریہ روانہ کیا، (کافروں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں میں سے) کچھ لوگوں نے سجدے کے ذریعے سے پناہ چاہی، پھر بھی انہیں قتل کرنے میں جلدی کی گئی نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے ان کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور فرمایا ’’میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے‘‘ لوگوں نے پوچھا اللہ کے رسول! آخر کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’(مسلمانوں کو کافروں سے اتنی دوری پر سکونت پذیر ہونا چاہئے کہ) وہ دونوں ایک دوسرے (کے کھانا پکانے) کی آگ نہ لیں۔ (سنن ابی داؤد)

وفيه دلالة على كراهة دخول المسلم دارالحرب للتجارة ولمقام فيها اكثر من مدة اربعه ايام وفيه وجه ثالث ذكره بعض اهل اللغة،قال معناه لايتسم المسلم بسمة المشرک ولا فى هديه وشكله، العرب تقول (مانار بعيرک اى ماسمة) ومن هذا قولهم (نارها نجارها)يريدون ان ميمعها يدل على كومها وعتقها ومنه قول الشاعر: حتى سقو ابالهم بالنار والنار قد تشفى من الاوار يريد انهم يعرفون الكرام منها بسماتها فيقد مونها فى السقى على اللئام (احکام القرآن للجصاص ت قمحاوی) (۶)

رسول ﷺ نے فرمایا کہ: میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہائش حاصل کرے صحابہ اکرام نے سوال کیا یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی آگ اور کفر کی آگ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتی، تم یہ امتیاز نہیں کر سکو گے کہ یہ مسلمان کی آگ ہے یا مشرکین آگ ہے البتہ اگر کوئی مسلمان شدید عذر و مجبوری کی وجہ سے غیر مسلم ممالک میں جا کر رہائش اختیار کرتا ہے، مثلاً بغیر کسی جرم کے اپنے ملک میں مظالم اور قید و بند کی صعوبتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں اور مظالم سے بچنے کی اور صورت نہ ہو یا کوئی شخص شدید معاشی بحران کا شکار ہو اور کوشش کے باجود اپنے اسلامی ملک میں معاشی وسائل دستیاب نہ ہو سکیں یا کوئی شخص غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت دینے اور ان کو دین پر جمانے کی نیت سے غیر مسلم ممالک

میں جا کر رہائش اختیار کرتا ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اسے اس بات کا مکمل اعتماد ہو کہ وہ غیر مسلم ملک میں شرعی احکامات کی مکمل پیروی کرنے کیے اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھ سکتا ہے اور اس ملک میں موجود منکرات اور فحاشی کے لیے اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچا سکتا ہے، اس طرح اگر بیوی بچے ساتھ ہوں تو ان کے متعلق یہ اطمینان ہونا بھی شرط ہے

قول اللہ تعالیٰ: **لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ(۷)**

ترجمہ: مسلمان ، اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ (سورۃ ال عمران)

اَيُّهَا النَّبِىُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ(۸)

ترجمہ: اے (نبی ﷺ) کافروں پر اور منافقوں پر جہاد کریں اور ان پر سختی فرمائیں (سورۃ التحریم آیت)

وقال تعالیٰ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ(۹)**

ترجمہ: اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (سورۃ المائدہ)

غیر مسلم ملک میں رہائش اور سفر کرنے اور اس کی شہریت اختیار کرنے کی ضروری شرائط کیا ہیں؟

☆ انسان کے پاس اتنا علم ہو کہ جس سے شک وشبہات دفع ہو سکے۔

☆ اس کے پاس اتنی دین داری ہو جو اسے نفسانی خواہشات سے روک سکے ۔

شرط اول:

اطمینان ہو کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ جائے گا انحراف اور گمراہی سے بچ جائے گا۔ کافروں سے زندہ رکھے گا اور ان سے دوستی اور محبت کرنے سے دور رہے گا کیونکہ ان سے دوستی اور محبت قرآن کے مطابق ایمان کے منافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: **لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.(۱۰)**

ترجمہ: آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں گو کہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں، یہی وہ لوگ ہیں

جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اوران کو اپنے فیض سے قوت دی ہے، اور وہ انہیں بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے، یہی اللہ کا گروہ ہے، خبر دار بے شک اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہونے والا ہے۔(سورۃ المجادلہ، آیت ۲۲)

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے''(۱۱)

ے اسے اپنی دین داری کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو شعائر اسلام آزادی کے ساتھ بغیر کسی روک ٹوک کے ادا کرسکتا ہو: نماز، جماعت اور جمعہ قائم کرتے پر اس پر پابندی عائد نہ کی جاتی ہو، زکوۃ، روزہ، حج، پردہ وغیرہ جیسے اسلامی شعائر سے اسے روکا نہ جاتا ہو شخصی قوانین کے اطلاق پر کوئی پابندی نہ ہو ہجرت واجب ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا (۱۲)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس ملک میں بے بس تھے، فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، سو ایسوں کا ٹھکانہ دوزخ (سورۃ النحل)

اصول یہ ہے کہ فقہائے مقتدمین کی طرح براہ راست قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ متفق علیہ امور پر سختی سے قائم رہتے ہوئے دیگر مسائل میں تیسیر کے رجحان کے ساتھ اجتہاد سے کام لیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے فقہی ورثا سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ فقہی ورثا کئی حیثیتوں سے ہماری مدد کرسکتا ہے، لیکن اپنے مسائل کا حل ان حدود میں تلاش کرنا قطعاً غلط ہے۔ جو ہمارے ماحول سے کلیۃً مختلف ہے۔ یہ بات ذہن مین رکھنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی ایک تہائی آبادی جو اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے اس صحیح تنظیم اور اس کی طاقت اسلام کی اشاعت میں مدد دے سکتی ہے۔ یہاں دو بنیادی امور ہیں۔

☆ ایک یہ کہ مسلمانوں کی حقیقی حیثیت سمجھی جائے۔

☆ دوسرا یہ کہ جاننا ضروری ہے کہ اس امتیازی مقام کے ساتھ باقی رہتے ہوئے دوسرے ہم وطنوں سے ان کے تعلق کی نوعیت کیا ہے؟

مسلمان ایک امت مبعوثہ ہیں ہیں۔ وہ دنیا میں ایک مشن لے کر آئے ہیں۔ ایک پیغمبر کے لیے اس کا پیغام ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں اگر سورج رکھ دیا جائے اور بایاں ہاتھ میں چاند تب بھی وہ اپنے پیغام کے کسی حصے سے دست بردار نہیں ہوسکتا۔

غیر مسلموں سے تعلق کی نوعیت:

قرآن کریم میں آیا ہے

لَا یَنۡھٰیکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡھِمۡ–اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ(۸)

اِنَّمَا یَنۡھٰیکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ اَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ وَ ظٰھَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡھُمۡ وَ مَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (۱۳)

ترجمہ: اللہ تمہیں ان لوگوں سے احسان کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین میں لڑائی نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے اور انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر (تمہارے مخالفین کی) مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی (سورۃ الممتحنہ)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں جو لوگ مسلمانوں سے برسر پیکار نہیں ان سے تعلقت رکھنے، حسن سلوک کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے لیکن موالات صحیح نہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: یہ آیت اللہ تعالی کی جانب سے ان لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی رخصت ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی نہیں کی اور نہ ہی جنگ کی۔

امام ابن جریر نے زور دیا ہے کہ یہ آیت ہر دین، ملت اور مذہب کے غیر مسلموں کے لیے عام ہے۔

فرماتے ہیں: ان سارے اقوال میں صحت سے زیادہ قریب ان لوگوں کا قول ہے جو کہتے ہیں کہ

نۡھٰیکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ سے تمام مذاہب اور ملل کے لوگ مراد ہیں۔

کبار مفسرین کے مندرجہ بالا اقوال پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے ان کی روشنی میں یہ آیت مسلمان مثبت کردار ان کی

قدر و قیمت میں اضافہ کرے گا۔ان کے لیے اپنے مذہبی شعائر و ارکان پر عمل کرنا آسان ہوگا۔دعوتی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں معاون ہوگا اور دوسری قوموں کی ہدایت اور خدا کے دین میں داخلے کے دروازے کھول دے گا۔

غیر مسلم مما لک کی شہریت کی صورت میں حلف وفاداری کی حیثیت:

شہریت اور قومیت کا وسیع تر مفہوم یہ ہے کسی بھی ملک میں قانونی طور پر رہنے کا حق پانا،یعنی فرد اور ملک کے درمیان رابطہ وتعلق جہاں ملکی آئین و قانون کے مطابق اس شہری کو حقوق حاصل ہوتے ہیں اور اس پر ملک کے تعلق سے ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔(۱۴)۔(دائرہ المعارف البریطانیہ آکسفورڈ ڈکشنری)

ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی کے مطابق میثاق مدینہ کی بعض دفعات سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اجتماعیت کی بنیاد رکھی تھی اس میں مختلف اہل مذاہب شریک تھے شہر کی حفاظت ان سب کی مشترکہ ذمہ داری تھی شہر پر حملہ ہو یا اس معاہدہ میں شامل فریقوں میں سے کسی ایک فریق پر حملہ ہوتو اس کی مدد اور شہر کا مقابلہ تمام فریقوں پر لازم تھا غور کیا جائے تو شہریت کے موجودہ تصور کی بنیاد میں یہی بات شامل ہے اکتسابی یا اختیاری شہریت سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص پیدائشی طور پر کسی ملک کا شہری بننا چاہتا ہے یعنی اس کے حصول میں سعی و ارادہ کا دخل ہو اس شہریت کے حصول کے دو طریقوں کا ذکر مولانا اختر امام عادل قاسمی نے کیا ہے۔

1: اس ملک میں شادی کر لی جائے۔

2: حکومت سے شہریت کے حصول کی درخواست کی جائے۔

جبکہ مولانا احمد نوری عینی قاسمی نے مزید چار طریقوں کا اضافہ کیا ہے۔

1: زمین خریدنا

2: سرکاری ملازمت اختیار کرنا

3: لمبے عرصے تک قیام کرنا

4: غیر ملکی والدین کے بچوں کو بالغ ہونے کے بعد شہریت کا اختیار حاصل ہونا چاہیے

مولانا انصار احمد حصیر قاسمی کہتے ہیں کہ اسلامی شریعت میں شہریت وطنیت کے ہم معنی ہے جب کہ مولانا محمد فخر عالم کا کہنا ہے کہ

شہریت کی اصطلاح وطنیت سے قریب تو ہے لیکن مفہوم میں بڑا فرق ہے شہریت جنسیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جب کہ وطنیت کے لفظ میں بہت توسیع ہے وقتی رہائش گاہ کیلئے وطن کا لفظ استعمال ہوسکتا ہے مگر دونوں میں فرق کے لیے مستقل قیام گاہوں کو وطن اصلی یا وطن قرار کہا جاتا ہے اور عارضی قیام گاہوں کو وطن اقامت، وطن سکونت یا وطن مستعار کہا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس معنی میں آج شہریت کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے وہ اصطلاح صرف وطن اصلی یا وطن قرار پائی جاتی ہے۔

وطن کی تعریف اہل علم کے نزدیک:

1: الاوطان ثلاثة : وطن اصلی وهو مولد الانسان،وهو ضع تامل به، او من قصد التعيش بهِ لا الارتعال، ولو تزوج المافسر فی بلد لم ینو الاقامة فیه، قیل یعسیر مقیما، وقیل لا۔(۱۵) (فتح القدیر۱۴:۲)

2: الوطن الاصلی هو مولد الرجل والبلد الزی هو فیه۔(۱۶) (التعریفات للجرانی ۲۴۳)

3: من تامل ببلدة فهو من اهلها (۱۷) (شرح السیر الکبیرا ۲۰۱)

4: والوطن فی الثانية هو المسافر بقرية فيها اهله وولده، فا قام عندهم ولو صلاة واحدة اتم......ومن كتاب ابن المواز وازالم تكن مسكنة، ولكنه نكح بها فلا يتم حتى يبنى باهله ويلزمه السكنسی(۱۸) (مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل للحطاب۲:۵۰۰)

5: وطن اصلی وهو مولد الرجل والبلد الزی تاهل به.(۱۹) (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی ۴:۵۳)

مسلمانوں کے غیر مسلم ممالک کی شہریت اختیار کرنا شرعی اعتبار سے مختلف فیہ ہوسکتا ہے بعض وجوہ سے یہ ناجائز اور حرام معلوم ہوتا ہے کیونکہ کسی مسلمان کا کسی غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنا، مرادف ہے اس غیر مسلم ملک اور اس کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ محبت وموالاۃ کو، اسکے شریعت مخالف قوانین کے تسلیم کرنے کو، اسکی فوج میں شرکت اور اس طرف سے دفاع کرنے کو جو کسی مسلم ملک کے خلاف بھی ہوسکتا ہے اور قرآن پاک وحدیث نبوی میں ان امور سے ممانعت وارد ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

”لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَه وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ“(۲۰) (سورۃ آل عمران آیت۸۲)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

یَـآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْکُمْ سُلْطَانًا مُّبِیْنًا"(۲۱) (سورۃ النسا آیت ۱۴۴)

ایک اور آیت میں ارشاد ہے:

"**یَـآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّه مِنْهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ**"(۲۲) (سورۃ المائدہ آیت ۱۵)

نیز اس مفہوم کی متعدد آیات ہیں جس میں کفار ومشرکین کی موالاۃ سے ممانعت وارد ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی شریعت کے خلاف حکم کے بارے میں وارد ہے۔ (سورۃ المائدہ آیت ۴۴،۵۴)

رسول کا ارشاد ہے:

" انا بریء من کل مسلم یقیم بین اظهر المشرکین "(۲۳) (سنن ابوداؤد،حدیث:۵۴۶۲)

ترجمہ میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں، جو مشرکین کے بیچ قیام کرے۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے: **من جمع المشرک وسکن معه، فانه مثله** (۲۴) (سنن ابوداود ۲۷۸۷)

ترجمہ جو شخص مشرک کے ساتھ اٹھے بیٹھے، اور اس کے ساتھ جن سے صراحتاً مشرکین کے سکوت سے منع کیا گیا ہے، نیز بہترین حکیم سے مروی ہے

لا یقبل الله عزوجل من مشرک بعدعا اسلم عملا او یغادق المشرکین الی المسلمین (۲۵) (سنن النسائی ۳۸/۵ کتاب الزکاۃ)

ای الی ان یغادق، وحاصله ان الهجرة من دار الشرک الی دار الاسلام واجب علی کل من امن، فمن ترک فهو عاص یستحق ردالعل(۲۶) (السندی فی شرحہ)

نیز غیر مما لک میں سکونت کا ایک زبردست نقصان یہ ہے کہ باہمی اختلاط کی وجہ سے غیر مسلموں کی بہت ساری عادات، ان کے طور طریقے رسم ورواج غیر شعوری طور پر مسلمانوں کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، اور بہت سارے منکرات کے منکر ہونے کا احساس نہیں رہ جاتا، حتی کہ غیر شعوری طور پر کچھ غیر شرعی معتمدات اور افکار ونظریات بھی رچ بس جاتے ہیں۔اس لیے ایک رجحان تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو غیر اسلامی مما لک کی شہریت نہیں اختیار کرنی چاہیے اور بعض وجوہ سے معلوم ہوتا ہے

کہ مسلمانوں کیلیے غیر کی شہریت اختیار کرنے کی اجازت ہے، جیسا کہ متعدد صحابہ کو ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ نے ان کے اپنے ہی قبیلے میں رہنے کا حکم دیا، مگر اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت ابھی کسی اسلامی سلطنت کا قیام نہیں ہوا تھا۔
دوسری وجہ جواز مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت اور وہاں قیام کا حکم دینا ہے، وجہ، استعلال، مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی ایک طویل مدت تک مسلمانوں کا حبشہ میں باقی رہنا ہے، مہاجرین حبشہ کی واپسی مدینہ منورہ ۷ ہجری میں ہوئی ہے
حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول ﷺ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہجرت کا معاملہ تو مشکل ہے کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اسکی زکوۃ ادا کرتے رہو اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا گاؤں میں ہی رہ کر عمل کرو اللہ تعالی تمھارے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا (۲۷) (صحیح مسلم کتاب الامادۃ) ۔
ایک رجحان یہ بھی سامنے آتا ہے، کہ بہتر یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو کسی مسلم ملک کی سکونت میسر ہو تو بلاوجہ شرعی یا ضرورت شدہ کسی غیر مسلم ملک کی سکونت اختیار نہ کرے بسا اوقات ایک مسلمان ملک میں ہی شریعت کا پابند مسلمان ظلم وستم کا شکار ہوتا ہے اس کے لیے اپنے شرعی احکام پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے کسی دوسرے ملک میں رہائش کی سہولت میسر نہیں ہوتی اور کسی غیر مسلم ملک میں اسے اپنی شریعت پر عمل کی آزادی ملتی ہے جیسا کہ موجودہ دور میں اکثر ممالک کا یہی حال ہے تو اس صورت میں کسی غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرنے کی اجازت ہونی چاہیے اس طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم ملک کے ہی اصل باشندہ ہے اور ان کے لیے وہاں اپنی شریعت پر عمل کرنے کے لیے کوئی پابندی اور مشکل نہیں تو اُن پر اپنے ملک کو چھوڑ کر کسی مسلم ملک کی طرف ہجرت کو لازم واجب نہیں کہا جائے گا کیونکہ الاطلاق ہجرت کی فرضیت فتح مکہ سے پہلے تک ہی (لا ہجرت بعد فتح) اسطرح اگر کوئی مسلمان دعوت تبلیغ اور اشاعت اسلام کی غرض سے کسی غیر مسلم کی سکونت اختیار کرتا ہے تو اسے بھی ناجائز نہیں ہونا چاہیے (انما الاعمالُ بالنیات) محض معاش مفد کی غرض سے کسی غیر مسلم کی سکونت کو اختیار کرنا درست نہیں ہوگا ان نصوص کے پیش نظر جو غیر مسلموں کے ساتھ رہائش کی ممانعت پر مستعمل ہے۔ شہریت دراصل اس وابستگی کی بنیاد ہے جو موجودہ حکومتوں کے لئے وطنیت کو شناخت قرار دیتی ہے شہریت اسی مٹی سے وابستگی کا نام ہے جو ایک جغرافیائی دائرے کے اندر محدود ہوتی ہے اس مٹی سے جو بھی وابستہ ہوں گے وہ شہری ہو ہوں گے اور شہریت کے وہ سارے حقوق

اور زمہ داریاں ان پر عائد ہو گئے (۲۸)

اقوام متحدہ نے جو انسانی حقوق کا چارٹر تیار کیا ہے ۳۰ دفعات پر مشتمل جن میں شہریت سے متعلق دفعات حسب ذیل ہیں

۱۔ ہر فرد کو اپنی حدود ریاست میں نقل وحرکت اور رہائش کی مکمل آزادی حاصل ہو گی۔

۲۔ ہر فرد کو بیرون ملک جانے اور رہنے ملک واپس آنے کا حق حاصل ہو گا۔

۳۔ ہر فرد کو ظلم وتشدد سے بچنے کے لیے دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق حاصل ہو گا۔

۴۔ ہر فرد کو شہریت حاصل کرنے کا حق ہو گا۔

۵۔ کسی فرد کو بلا جواز اسکی شہریت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ شہریت کی تبدیلی کا حق سلب کیا جائے گا۔

شہریت سے مراد کسی ملک کا باشندہ ہونا ہے جس کو جنسیہ وطنیت ،قومیت اور نیشنیلٹی سے بھی تعبیر کرتے ہیں جو کسی فرد اور ملک (حکومت) کے مابین ایک سیاسی اور قانونی رابطہ ہے، جو دونوں کے اوپر ایک دوسرے کے کچھ حقوق کو واجب کرتا ہے اور اس کی رعایت ہر دو پر ضروری ہوتی ہے رابطہ سیاسیۃ وقانونیۃ بین الفرد والدولۃ (فرد اور سیاست کے درمیان ایک سیاسی اور قانونی رابطہ ہے)

رابطة نزبطه شعصا معينا بدولة معينة ، و تعتبره عضو ا فى تلك الدولة و تمكنه من المطا لبة بحمايتها، وتخضحه كذالك لتنفيد ما تغرض عليه دولة من واجبات.(۲۹)

(ایک رابطہ ہے جو کسی شخص معین کو کسی متعینہ حکومت سے مربوط کرتا ہے، اور اس فرد کو اس حکومت کا ایک ممبر اور فرد مانتا ہے اور اس کو اپنی حمایت کے مطالبہ کا حق دیتا ہے اور ایسے ہی حکومت اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو نافذ کرنے کے لے اس کے تابع بناتا ہے)

وعرفتها محكمه العدل فى السادس من ابريل سنة ١٥٩١ بانها رابطة قائمة اساسا على رابطه اجتماعية وتضا من فعال فى المعشية والمصالحه والمشاعر مع التلازم بين الحقوق والواجبات (الاحكام اشرعية للتوازل السياسية ص ٢١٧)

(اور محکمہ العدل نے ۶ اپریل ۱۵۹۱، میں (شہریت کی) یہ تعریف کی ہے کہ یہ ایک ربط ہے جو اساسی طور پر حقوق وواجبات میں تلازم کے ساتھ معشیت ومصالح میں ایک جماعت رابطہ اور فعال شمولیت پر قائم ہے)

کسی ملک کا شہری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے مفاد اس کے اموال وجائیداد کے تحفظ اور اس کے دفاع کے حقوق اپنے ذمہ تسلیم اور لازم کئے جائے، جیسا کہ ملک کے اوپر اسکے شہروں کا تحفظ، انکی حمایت،، انکے لیے روزگار ے مواقع فراہم کرنے، ان کے باہمی معاملات وخصوصیات میں انصاف دلانے وغیرہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں، اس لحاظ سے کسی بھی شہری کو اپنے ملک میں ہونے والے انتخاب میں امیدوار ہونے، ووٹ دینے، سرکاری اداروان میں ملازمت کرنے، سرکاری ہسپتالوں میں علاج، عدالتی چارہ جوئی، روزگار معاش، اور پیشگی اجازت کے بغیر ملک کے کسی بھی حصے میں آمدورفت کے حقوق حاصل ہوگے۔

شہریت اختیار کرتے وقت حلف نامہ کے تقاضے :

غیر مسلم ملک کی شہریت اختیار کرتے ہوئے اس کے حلف نامہ کی عبارت کو پڑھ کر حلف اٹھانا اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے اس پر دستخط کرنا گویا کہ ان کے قانون کی بالا دستی کو تسلیم کرنا ہے اور ان سے وفاداری کا عہد باندھنا ہے۔
مثال کے طور پر اگر کینیڈا کے حلف شہریت کو دیکھا جائے کہ
"میں حلف اٹھاتا ہوں کہ میں کینڈا کی ملکہ الزبتھ دوم، ان کے ورثاء اور جانشینوں کا سچا وفادار ہوں گا اور ایک کینیڈین شہری کی حثیت سے میں کینیڈا کے قوانین پر وفاداری سے عمل کرتے ہوئے اپنے فرائض کو پورا کروں گا"
کسی کافر ملک کی شہریت کے لیے حلف اٹھانا بعد کی بات ہے، علماء نے شہریت لینے کو وہی حرام قرار دیا ہے۔سوائے انتہائی اضطراری حالت میں، مثلاً کسی کو اس کے ملک سے نکال دیا گیا ہو اور کافر ملک میں رہنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو، وغیرہ رہا اس طرح کا حلف اٹھانا، تو اس میں کسی غیر مسلم کے لیے ولاء اور وفاداری کا تذکرہ ہے جو کہ ناجائز ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **لا تتخذ وا ا لیھو دوالنصاری** اولیاء یعنی یہود ونصاریٰ کو اپنے دوست نہ بناؤ (۳۰)
"ولی" کے مفہوم کے اندر وفاداری وغیر سب چیزیں شامل ہیں۔

اس آیت کا تو کہیں یہ تو مطلب نہیں کہ اسلام کی مخالفت میں یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ کیونکہ اسلام میں تو اہل کتاب کی عورتوں سے دوستی تو نہیں ہو سکتی مگر شادی ہو سکتی ہے؟

علماء کی ایک جماعت نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ مسلمان اور کافر نہ اس دنیا میں برابر ہیں اور نہ ہی آخرت میں اسی لیے ہمارے دین میں کافر اور مسلمان کے بیچ میں ہر وہ تعلق جو برابری کی بنیاد پر ہو ممنوع ہے کجا کہ کافر کسی مسلمان کے اوپر "قوام" ہو۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر مسلمان مرد کی تو اہل کتاب کی قوانین سے شادی جائز ہے مگر کسی مسلمان عورت کی نہیں، کیونکہ ازواجی زندگی میں قرآن کے مطابق مرد "قوام" ہے۔ جبکہ دوستی برابری کی سطح کی طلب گار ہوتی ہے۔ یقیناً آج کل کے دور میں یہ اسلام کا یہ نظریہ اتنی آسانی سے ہضم نہیں ہو سکتا کیونکہ ہماری اکثریت کی تعلقات کی نوعیت برابری تو کجا کفار کے ملکوں کے ادنیٰ شہری، ان کے اداروں کے ادنیٰ ملازموں کی سے ہے اور مزید برآں اکثریت کے لیے یہ سب کچھ باعث عزت بھی ہے۔ اسی طرح برطانیہ کی شہریت حاصل کرنے کے لیے حلف اٹھانا لازم نہیں۔ میئر اعلان کرتا ہے کہ جو حلف اٹھانا چاہتے ہیں وہ آگے لائن میں کھڑے ہو جائیں اور جو حلف نہیں اٹھانا چاہتے وہ پیچھے کرسیوں پر بیٹھے رہیں۔

اگر کوئی مسلمان ضرورت و مجبوری کی بنا پر یا محض معاشی فوائد کی غرض سے غیر مسلم ملک کی شہریت حاصل کرنا چاہیے تو اس سے کے اوپر عصرِ حاضر کے علماء نے جو مباحث پیش کیے ہیں اس سے دو نقطہ نظر سامنے آتے ہیں۔ اس ضمن میں اختر امام عادل قاسمی صاحب ان پر روشنی ڈالی ہے۔

1: (ا) ایک طبقہ اسکو خروج عن الاسلام اور صریح ارتداد کے مترادف قرار دیتا ہے اور ایسے تمام حضرات پر مرتدین کے احکام جاری کرنے کا قائل ہے، جو غیر مسلم ملکوں میں مقیم ہیں۔ (۳۱)

اس طبقہ کے مشہور نام عرب علماء میں یہ ہیں، شیخ محمد رشید ررضا مصری، شیخ محمد یوسف الدجوی، اور شیخ محمد شاکر، شیخ ادریس شریف محفوظ اور ڈاکٹر محمد عبدالکریم الخزائری وغیرہ

(ب): دوسرا طبقہ میں اسکو ارتداد نہیں کہتا، بلکہ صرف معصیت قرار دیتا ہے اس طبقہ میں شیخ مختار السلامی رکن مجمع الفقہ الا سلامی اور شیخ محمد عبداللہ بن سہیل خصوصیت کے ساتھ ذکر ہیں (۳۲)

(مجلة الفقه الاسلامی ج ص، حکم التجنس بجنسیته دولة غیر اسلامی ة ص)

"اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والا فتاء" نے بھی یہی فتویٰ جاری کیا ہے (۳۳)

2: دوسری رائے جواز کی ہے، پھر جواز کے قائلین میں بھی دونقطہ نظر ہو گئے ہیں:

(الف) ایک نقطہ نظر یہ ہے اسکی گنجائش صرف بوقت ضرورت ہے۔عرب علماء میں شیخ احمد بن احمد الخلیلی ،مفتی عام سلطنت عمان اور رکن مجمع الفقہ الاسلامی کی یہی رائے ہے، مصری دار الا فتاء نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔(۳۴) (فتویٰ نمبر ء)

(ب) دوسرا نقطہ نظر اصلاً جواز کا ہے۔البتہ حالات وظروف اوراغراض ومقاصد کے لحاظ سے حکم کی نوعیت میں فرق ہو سکتا ہے۔

عہد حاضر کے جمہور علماء کی رایہی ہے،اس راۓ کے حامل چند مشہور نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ، ڈاکٹر محمد رافت عثمانی اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب وغیرہ۔

3): عقلی طور پر استدلال کیا جاتا ہے کہ غیر مسلم ملکوں میں قیام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے تمام قانونی تقاضوں پر عمل کرنا ہے ان کے بہت سے قانون خلاف شرع بھی ہوتے ہیں۔جن پر ان کو عمل کرنا پڑے گا۔ظاہر ہے کہ ایک مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ جان بوجھ کر دینی طور پر اپنے آپ کو ان شدید خطرت میں مبتلا کرے اور اپنی ہلاکت کا سامان کرے۔

جمہور کے دلائل:

جو علماء جواز کے قائل ہیں،ان کے پیش نظر وہ قرآنی آیات ہیں جن میں اسلام کی آفاقیت اور اسکی دعوت عامہ کا ذکر ہے۔

مثلاً:"**ھوالزی أرسل رسولة با لھدیٰ و دین الخق لیظھر ہ علیالدین کلہ و لو کر ہ المشر کون** " (۳۵)

ترجمہ "وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور (سورۃ توبہ آیت ۳۲)

وما أر سلنک اِلا رحمة للعا لمین۔(۳۶) الانبیاء:

ترجمہ:"اور ہم نے آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا"

قواعد فقہ سے رہنمائی:

اس سلسلے میں بعض قواعد فقہیہ سے بھی رہنمائی ملتی ہے:

۱): مشہور فقہی قاعدہ ہے کہ زمان ومکان اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے حکم بدل جاتا ہے۔

"لا ینکر تغیر الاحکام بتغیر الا زمان"(۳۷)

(قواعد الفقه لعميم الا حسان المجدى ابر كتى ط دارالنشر ج ص وكذافى الفروق للقرافیؒ ج ص ظ دار الكتب العلميته بير دت ء)

جس دور میں عرب علماء نے غیر مسلم ملک کی شہریت کو حرام قرار دیا تھا وہ استعار کا دور تھا عرب ممالک اسکا زیادہ تر شکار تھے استعار کا مقصد اسلام کے خلاف منصوبے بنانا، شکوک وشبہات پیدا کرنا، مسلمانوں پر ظلم وجبر کرنا اور دینی انحراف پھیلانا تھا۔اس دور میں وہاں رہنا ایک خطرناک عمل تھالیکن آج حالات بدل چکے ہیں اور مذہبی آزادی کا اصول بین الاقامی طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے تو آج ضرورت اس بات کی ہے کہ حالات کے تغیر کے مطابق فتویٰ میں بھی تبدیلی لائی جائے۔

مصالح ومفاسد کے درمیان اگر تعارض آجائے تو موازنہ کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور پھر جو پہلو غالب ہو اس کے مطابق حکم شرعی عائد کیا جاتا ہے، یہ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔

اذا تعارض مفسد تان روعى اعظمهما ضررًا با ر تكاب أخفهما " (۳۸) الاشباه والنظائر لا بن نجیمؒ ج ۱ ص ۱۱

"جب دومفسدوں میں تعارض ہوجائے تو بڑی حضرت کی رعایت کی جائے گی اور ہلکے مفسدہ کی اجازت دی جائے گی"

آج کے دور میں کسی غیر اسلامی ملک کی شہریت میں کچھ نقصانات بھی پائے جاتے ہیں لیکن ان کی تلافی کی صورتیں بھی موجود ہیں۔

۱) دینی ادارے قائم کیے جائیں۔

۲) مدارس ومکاتب بنائے جائیں۔

۳) مساجد کی تعمیر ہو۔

۴) علماء ودعاۃ سے رابطہ رکھا جائے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی مصلحتیں ہیں جو مسلمانوں کے وہاں قیام کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہیں۔

(الف): غیر مسلم ممالک اپنے شہریوں کو مکمل مذہبی آزادی، فکر وخیال کی آزادی، اظہار کی آزادی اور سیاسی، اقتصادی اور فوجی حقوق دیتے ہیں، جس کے مطابق کوئی بھی شخص باعزت زندگی گزار سکتا ہے اور اپنے آئینی حقوق کے ذریعہ وہاں کی حکومت پر بھی اثر انداز ہوسکتا ہے۔

آج غیر مسلم طاقتیں جس طرح اسلام اور مسلم ممالک کے خلاف محاذ آراء ہیں اگر وہاں ان ممالک میں مسلمانوں کی زیادہ تعداد

موجود ہوگی تو یہ ان کے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔اگر یہ مسلمانوں کے خلاف کوئی فیصلہ کریں گے تو اس کے نتائج ان کے ملکوں میں ظاہر ہوں گے۔

(ب): غیر اسلامی ملکوں میں رہ کر مسلمان اپنے مسائل سے اسلام اور مسلمانوں کی بڑی خدمت کر سکتے ہیں، اور جو علماء، دعاۃ اور مسلمانوں وہاں پہنچیں ان کے لیے بہتر معاون ومددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔کبھی مسلمانوں کو کچھ مسائل کی بناء پر ہجرت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور کوئی اسلامی مملکت ان کو بحثیت شہری قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہو اور ان کو غیر مسلم مملکت میں شہریت حاصل ہو جائے تو تو بدرجہ مجبوری ان کو وہاں قیام وشہریت کی اجازت دینی چاہیے اور غیر مسلم ملکوں کی اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

ان تمام تحقیقی آراء کو جاننے کے بعد امام عادل کے نزدیک جمہور کا مسلک زیادہ مضبوط قابل قبول اور لائق ترجیح ہے جسکی کئی وجوہ ہیں۔

ا۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ غیر مسلموں سے تعلق اور مسلم ملک کی شہریت حاصل کرنا ناجائز ہے۔

۲۔ عدم جواز کے قائلین نے جو دلائل پیش کیسے ہیں وہ اپنے مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے قطعی نہیں ہیں بلکہ ان میں تاویل کا احتمال موجود ہے۔مثلاً

(الف): آیت کریم سے یہ دلیل لی گئی ہے کہ غیر مسلم ملک کی شہریت احکام اسلامی کو ترک کرنا اور کفار سے دوستی کرنا ہے۔ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ غیر مسلم ملکوں کے جو قوانین اسلامی احکام سے متصادم ہیں ضروری نہیں کہ مسلمان ان کو پورا پورا قبول کریں بلکہ ان کو حق حاصل ہے کہ ان میں مناسب ترمیم کروانے کے لیے جدوجہد کریں۔

(ب): غیر مسلم مما لک میں مسلم ملک کو یہ قانونی اختیار ہے کہ وہاں کا کوئی شخص اگر غیر مسلم ملک کی شہریت حاصل کر لے تو مسلم ملک کی شہریت بھی باقی رکھ سکتا ہے۔لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلامی ریاست اور اس کے نظام قانون سے بھی دست بردار ہو گیا ہو۔

(ج): غیر مسلموں کے ساتھ معاملات اور سماجی تعلقات ممنوع نہیں ہیں صرف ان سے قلبی دوستی ممنوع ہے جس سے مسلمان کا ایمان کمزور ہو۔" **لا ینھا کم اللہ عن الزین لم و یقالو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیار کم أن تبروھم وتقسطو ا الیھم (۳۹) سورۃ ممتحنہ:**

ترجمہ: اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، جن سے تمھاری دینی جنگ نہیں ہے، اور جو

تم کو تمہارے ملکوں سے نکالنا نہیں چاہتے۔

(د): قرآن کا ممنوعہ موالاۃ اور جس ملک میں انسان آباد ہو وہاں کے انتظامی قوانین کا احترام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ان تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم ملکوں میں قیام یا وہاں کی شہریت شجر ممنوعہ ہرگز نہیں ہے۔البتہ مسلمان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ مسلم ملک میں قیام کریں اور اسلام کے قانون کے مطابق زندگی گزاریں اور بقدر ضرورت غیر مسلم ملکوں کا سفر کریں۔ان حالات میں غیر مسلم ملکوں میں قیام پذیر ہونا اور شہریت حاصل کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔البتہ اگر کسی مسلم ملک میں اسکا قیام اسکی پریشانیوں کا باعث بن رہا ہے تب اگر وہ کسی غیر مسلم ملک میں شہریت حاصل کرنا چاہیے تو تب اس کی گنجائش ہوگی بشرطیکہ:

۱): وہاں رہ کر اس کا دینی تشخص اور اسلامی وجود مجروح نہ ہو، اور مستقبل قریب میں اس کے یا اس کی اولاد یا اس کی عزت وقار کے لیے دینی اعتبار سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

۲): مسلمان وہاں دین وملت کا صحیح نمائندہ ہو، اپنے اخلاق وعمل اور خلوص وصداقت سے اسلام کا آئینہ دار ہو جس کے اثرات اس کے غیر مسلم پڑوسیوں پر پڑیں۔

۳): اس ترک وطن کو وہ ہجرت حبشہ کی طرح پاک مقاصد کے لئے اختیار کرے، اور اپنے احساسات واعمال کے ذریعہ اس نقل مکانی کو اپنے اور ملت اسلامیہ کے لئے ہر طرح مفید اور بامقصد ثابت کرے۔

غیر مسلموں کے ساتھ سماجی تعلقات:

اسلام دین امن واعتدال ہے ہر قسم کے تعصب سے ماوراء اس دین میں جہاں مسلمانوں کے مسلمانوں پر حقوق وہاں غیر مسلموں کے بھی حقوق رکھے گئے ہیں اس لیے کہ وہ انسان ہیں اور دین پوری انسانیت کیلیے بنا ہے لہذا دین رحمت میں حقوق وانصاف، شفقت ورحمت خوش اخلاقی، نرمی اور حسن سلوک صرف مسلمان بہن بھائیوں کے ساتھ ہی رکھنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ بھی حتی کہ جانوروں تک کے بھی حقوق کی ضمانت اسلام دیتا ہے اور حدیث مبارکہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ:

ہر جاندار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں اللہ کی طرف سے اجر ہے“

دین اسلام واحد دین ہے جو انسانیت کے ساتھ حیوانوں کا بھی خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔عصر حاضر میں دنیا کے معاشرے مختلف جغرافیائی اور تہذیبی وثقافتی تبدیلیوں کے باعث اور سائنسی ترقی کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب آچکے ہیں جمہوری

ممالک کی خوبی یہ ہے کہ لوگ کسی بھی مذہب کے جاننے والے ہوں، اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں ان سب کے حقوق یکساں ہیں بعض ممالک میں حقوق یکساں ہونے کے باوجود اقلیت زیر دباؤ ہوتی ہے وہ مسلمان جو اس وقت ایسے ممالک میں آباد ہیں جن میں اکثریت غیر مسلمون کی اور قانون بھی غیر اسلامی ہے ایسے ممالک میں آباد مسلمانوں کے تعلقات اس ملک میں اکثریت میں آباد غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کے ہونے چاہیں۔ یہی وہ سوال ہے جس کی روشنی میں مسلم اولیت کو اپنے رویے اور تعلقات کا جائزہ لینے کے لیے فقہائے امت سے رہنمائی کی ضرورت ہے -اسلام جہاں حسن سلوک، محبت و شفقت، ہمدردی اور خیر خواہی جیسے جذبات کو فروغ دیتا ہے، وہاں ایک مسلمان کو غیرت مند زندگی گزارنے کا بھی درس دیتا ہے تا کہ وہ اپنی منفرد پہچان کو برقرار رکھ سکے اسلام دب کر رہنے والا دین نہیں ہے۔

"الاسلام یعلو او لا یعلی علیه"

اسلام کے مزاج کو سمجھنے کے لیے مولانا جلالال الدین عمری نے تین پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے۔

1: معاشرے میں ایک فرد کے دوسرے فرد پر اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کے ساتھ جائز اور فطری حقوق ہوتے ہیں یہ حقوق آپس کے تعلقات کی نوعیت متعین کرتے ہیں ان ہی سے تعلقات میں حسن وخوبی یا فساد اور خرابی پیدا ہوتی ہے کیا اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق تسلیم کی ہیں یا نہیں اگر یہ حقوق ضائع ہو رہے ہوں تو مسلم اقلیت کا رویہ کیا ہوگا وہ ان کی حمایت میں کھڑی ہوگئی یا غیر جانب دار رہے گی۔

:2 اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلام نے بہت ہی اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔

:3 مسلمان ایک ایسی امت ہیں جن کی زندگی کا بڑا مقصود دعوت الی اللہ ہے، ایک غیر مسلم معاشرے میں اس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی جاتی ہیں ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے قرآن مجید نے کیا ہدایات دی ہیں اور مخاطب قوم سے کس طرح کے تعلقات کا حکم دیا ہے۔

اسلامی شریعت کسی خاص علاقہ، گروہ یا نسل تک محدود نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا"(۴۰)

ترجمہ:"کہہ دیجیے اے پیغمبر ﷺ بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بھیجا گیا ہوں۔"

مولانا بدر الحسن قاسمی لکھتے ہیں:

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایک ازلی رشتہ قائم ہے کیونکہ اگر غیر مسلم موجود نہ ہوں گے تو مسلمان اسلام قبول کرنے کی اور اللہ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت کیسے دیں گے؟

قرآن حکیم سورۃ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ."(۴۱)

ترجمہ:''اللہ تمہیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اس بات سے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں"

"هذه الآية رخصةمن الله تعالىٰ فی صلةالذين لم يعادو المؤمين ولم يقاتلوهم"

ترجمہ:''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو رخصت، اجازت دی گئی ہے کہ وہ ان لوگوں کیساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں جو مسلمانوں سے عداوت نہیں رکھتے۔''

امام قرطبی وتقسطو اليهمکی تفسیر بیان کرتے ہیں:

''ای تعطو وقسطامن اموالكم على وجه الصلة.''

''یعنی اپنے مالوں میں عطیے کے طور پر انہیں دیا جا؟''

اسلام دشمنوں کے ساتھ ہمدردی، شفقت، ایثار اور رواداری کے برتاؤ کی تلقین کرتا ہے یہ امتیاز کسی اور مذہب کے پاس نہیں اس مہربانی کے رویے کے ساتھ دشمنان دین کے ساتھ قلبی دوستی کو بھی پسند نہیں کرتا۔

مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں۔

اس معتدل قانون اور شریعت یہ بھی جائز نہیں رکھا کہ خدا تعالیٰ کے دوست اور دشمن، مسلم و کافر سب ایک پلہ میں تولے جائیں اسلام اور کافر کا امتیاز ہے نبی محترم محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"من احب الله وابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان"(۴۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔: ’’وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ‘‘ (۴۳) (سورۃ ھود، آیت ۱۱۳)

نبی ﷺ کا ارشادگرامی ہے۔ ’’من تشبہ بقوم فھو منھم‘‘

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں اعتدال:

اسلام نہ تو کفار سے نفرت اور تعصب کا درس دیتا ہے اور نہ ہی ایسے تعلقات قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم میں فرق باقی نہ رہے

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

شریعت اسلام کے معتدل قانون نے غیر مسلم لوگوں کے ساتھ نہ تو چھوت کا برتاؤ رکھا جیسا ہندوؤں میں ہے اور نہ ہی خلط ملط اور بے ضرورت اشتراک معاملات کو پسند کیا جس سے برادرانہ تعلقات کا اظہار ہو خداوند عالم کے نافرمان دشمنوں کا کوئی فرق اس کے فرمانبردار بندوں سے باقی نہ رہے اسی بنا پر شریعت نے غیر مسلموں کے ساتھ خرید وفروخت اور معاملات کو اصل سے جائز رکھا ہے ان کے ہاتھوں برتنوں اور کپڑوں پر جب تک کسی نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو جائے، اس وقت تک طہارت ہی کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی بلا ضرورت شدید اس کو پسند نہیں کیا گیا نبیؐ کا طرز عمل کفار کے ساتھ بڑی مثال ہے مکہ میں ہجرت کے بعد جب قحط پڑا تو آپؐ نے انسانی بنیادوں پر صلہ رحمی کے طور پر کفار کی اعانت کی۔

’’نبیؐ نے پانچ سو دینار مکہ بھیجے جب قحط پڑا اور حکم دیا کہ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو پہنچائے جائیں تاکہ مکہ کے فقراء میں تقسیم ہو سکیں۔‘‘

نبیؐ نے خود بھی مشرکین اور کفار کی طرف سے تحائف کو قبول فرمایا۔ ایک نصرانی نے رسولؐ کو ریشم کا تحفہ بھیجا نبیؐ نے اسے قبول فرمایا حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ مشرکہ تھیں میں نے رسولؐ سے دریافت کیا گیا میں اپنی والدہ سے صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ آپؐ نے فرمایا، والدہ سے صلہ رحمی کرو مسلمان کفار کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار نہ ہوں۔ مقالہ نگار کی رائے میں مسلمان جو غیر مسلم اکثریتی آبادی والے ممالک میں آباد ہیں تو وہاں مسلمانوں کا کفار کے ساتھ بہترین تعلقات اور حسن سلوک کا مقصد دعوت الی اللہ دینا ہو، نہ کہ مادی مقاصد کے حصول کے لیے سب کچھ کیا جائے دوسری بات یہ کہ ایسے ممالک میں رہتے ہوئے مسلمان ایسے برادرانہ تعلقات

قائم نہ کربیٹھیں جن سے اسلامی شناخت،تہذیب اور ثقافت معدوم ہو جانے کا ڈر ہواور نہ ہی ان افراد سے کٹ کر الگ تھلگ رہائش اختیار کرے بلکہ ان دونوں راستوں کے درمیان اعتدال کا رویہ اختیار کیا جاے کیونکہ اسلام انسانیت کا دوست ہے۔ اسلام غیر مسلموں سے سماجی تعلقات ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شرکت اور مدداور لین دین سے منع نہیں کرتا اور نہ سماجی بائیکاٹ کرتا ہے نہ لوگوں کو عداوت ودشمنی پر بھڑکا تا ہے بلکہ وہ انسانی اور شہری حقوق مسلمانوں کو عطا کرتا ہے۔اس سلسلے میں اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ بھی محل نظر رہے جہاں یہ کہا گیا کہ اسلام میں غیر مسلم پڑوسیوں اور اہل تعلق کے بھی حقوق ہیں ان کی بیماری وغم کے موقعوں پر ان کی عیادت،تعزیت کی جائے اسلام انسانیت کا احترام کرتا ہے اس لیے مسلمانوں کے لیے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر غیر مسلم بھائیوں کی مدد کرنا ان کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے نزدیک: اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کی بہت تاکید کی ہے خواہ پڑوسی مسلم ہو یا غیر مسلم

''قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو'

دور کے پڑوسی میں ہر طرح کی دوری مراد ہے نسب کی بھی،دین کی بھی اور علاقہ کی بھی مسلمان ایسی محفلوں اور دعوتوں میں نہ جاے جہاں منکر کا امکان ہواور ختم کرنے کی صلاحیت بھی نہ رکھتا ہو تو ایسی مجالس سے اجتناب کرے۔

نبیؐ کا فرمان ہے: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسی دعوت میں شرکت نہ کرے جہاں شراب بھی ہو'

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات سے اسلام نے منع نہیں کیا بلکہ قلبی تعلق کی ممانعت ہے مسلمان کے حسن سلوک کا مستحق صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں اس وقت غیر مسلم اقوام کے ساتھ رہنا مسلمانوں کی مجبوری بھی ہے اور بعض حالات میں ضروری بھی ہے مسلمانوں کا رویہ ان ممالک کے افراد جیسا نہیں ہوسکتا جہاں نظام اسلامی کا غلبہ ہے ایسے معاشرے میں رہتے ہوے جہاں دوسرے معاملات میں کچھ گنجائش اور دعائیں دی گئی ہیں ان میں سے ایک سماجی میل جول کا معاملہ بھی ہے کیونکہ بقاے باہمی کا تقاضہ ہے کہ معاشرے کے افراد جہاں مل جل کر رہ رہے ہیں وہاں ایک دوسرے کی خوشی اور غمی کے مواقع میں بھی ساتھ ہوں ضرورت کے وقت کام آسکیں ایک مسلمان کے رویے میں خدمت خلق حسن اخلاق اور انسانی ہمدردی کا پایا جانا ضروری ہے وہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر مسلم معاشرے میں رہتے ہوے اپنی اسلامی اقدار وروایات اور تہذیب وتمدن کو غیر اسلامی رنگ میں نہ رنگ لیں۔

غیر مسلم کے جلوس جنازہ میں شرکت:

غیر مسلم کے جلوس ممالک میں رہتے ہوے معاشرتی اور سماجی تقاضوں کے تحت مسلمانوں کا غیر مسلموں کی خوشی غمی میں شرکت ناگزیر ہے۔ بصورت دیگر وہ اس معاشرے سے کٹ کر الگ ہو جائیں گے۔ جو دین اسلام کے پیروں کے لیے مناسب نہیں۔
اگر مرنے والے کافر کا مسلمان کے علاوہ کوئی قریبی رشتہ نہیں تو مسلمان اس کے کفن دفن کا انتظام کرے گا۔
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
''یعنی پیغمبر اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں، وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس امر کے ان پر ظاہر ہو جانے کے بعد کہ وہ لوگ دوزخی ہیں''(۴۴)
سورۃ توبہ میں ارشاد ہے''
ان میں سے کوئی مر جائے تو اس پر کبھی (جنازہ) پر نماز نہ پڑھے اور نہ (دفن کے لیے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئے کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس رسولؐ کے ساتھ کفر کیا ہے اور حالت کفر میں مرے ہیں''(۴۵)
غیر مسلم پڑوسی یا رشتہ دار کا انتقال ہو جاے یا بیمار ہو تو ایسے موقع پر نبیؐ کا عمل مبارک ہمارے لیے محبت ہے
''نبیؐ عیادت کرتے اپنے اصحاب کی جو کوئی مریض ہوتا اور آپؐ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی جو آپؐ کی خدمت کرتا تھا آپؐ نے اپنے چچا کی عیادت کی جو مشرک تھا آپؐ نے ان دونوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی یہودی نے اسلام قبول کیا اور آپؐ کے چچا نے قبول نہ کیا''
امام احمد بن حنبلؒ کی مشرکین کی تعزیت اور عیادت کے بارے میں پوچھا گیا
''ایک رائے یہ ہے کہ ہم ان کی عیادت نہیں کریں گے اور نہ تعزیت کریں گے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ان سے سلام میں پہل نہ کرو''
''اور دوسری راے یہ ہے کہ ہم ان کی عیادت کریں گے کیونکہ نبیؐ کے پاس ایک یہودی غلام کی عیادت کے لیے تشریف لے گے آپؐ اس کے سر کے قریب بیٹھے اور اس سے فرمایا اسلام قبول کر لو تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اس نے کہا کہ ابو القاسم کی بات مان لو پس وہ مسلمان ہو گیا نبی ﷺ کھڑے ہوے اور فرمایا الحمد للہ جس نے اس کو ذریعے سے آگ سے بچا لیا''
مسلمان غیر مسلم کی تعزیت اور عیادت کر سکتا ہے۔
احسن الھدایہ کی عبارت میں ہے یہودی یا نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ ان کے حق میں ایک قسم کی نیکی

ہے اور ہمیں اس سے منع نہیں کیا گیا اور نبیؐ نے اپنے بیمار یہودی پڑوسی کی عیادت کی۔

پڑوسیوں کی مدد:

''ایک مسلمان رواداری کے تحت اپنے غیر مسلم پڑوسیوں اور دوست احباب کے ایسے تمام کام انجام دے سکتا ہے جن میں کفریہ اور شرکیہ افعال ورسوم کی آمیزش نہ ہو جن میں آمیزش ہو ان سے دور رہے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے''

ابو طالب کی وفات پر نبیؐ کے عمل کے حوالے سے بیان: ''ابو طالب کی جب وفات ہوئی تو حضرت علیؓ نبیؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ بے شک آپ کے چچا گمراہی پر تھے اور وفات پا گئے۔ان کو اب کون دفنائے گا، نبیؐ نے ان سے فرمایا اپنے باپ کو دفناؤ'' ابو طالب کے جنازے کے ساتھ نبیؐ چلے لیکن نماز جنازہ نہ پڑھی۔

مکحول تابعی کی روایت: نبیؐ نے ابو طالب کے جنازے میں شرکت کی تھی کنارے کنارے چلے نماز جنازہ نہ پڑھی فرمایا رشتہ نے آپ کو مجھ سے جوڑ دیا ہے ان کی قبر پر آپ کھڑے نہیں ہوتے گویا قریبی رشتہ داری کا تقاضہ ہے کفن دفن کا انتظام کیا جاے گویا مرنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو

غیر مسلم کے لیے ایصال ثواب:

کسی غیر مسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی مغفرت کی دعا کرے اگر چہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

نبی اکرمؐ نے ابو طالب کی مغفرت چاہی تو قرآن نے صراحتا اس سے منع کر دیا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (٤٦)

ترجمہ: پیغمبر اور مسلمانوں کو یہ بات مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں اگر چہ وہ (سورۃ توبہ)

غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ:

غیر مسلموں سے جائز مقاصد کے تحت عام حالات میں ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ جائز ہے البتہ مخصوص حالات میں اس سے احتیاط کی جاے تو بہتر ہے رسولؐ سے اس سلسلے میں دونوں طرح کا عمل منقول ہے آپ نے کئی غیر مسلموں کا ہدیہ قبول فرمایا ہے، اور بعض کو خود بھی ہدیہ دیا ہے جبکہ کئی غیر مسلموں کا ہدیہ آپؐ نے رد فرما دیا ہے۔ مثلاً ۵ھ میں جب اہل مکہ مسلمانوں پر حملہ

کے لیے اپنی فوجی مہم نہ بھیج سکے،تو رسولؐ نے ان کی دلجوئی کے لیے حضرت عمر بن اُمیہ ضمری کے ہمراہ ابوسفیان کو عجوہ کھجوریں بطور ہدیہ ارسال فرمائیں اور ایک مکتوب کے ذریعے خود ان سے بھی کچھ ہدیہ طلب فرمایا، چنانچہ ابوسفیان نے آپ کو وہ چیز بطور ہدیہ ارسال کی ہے(۴۷)

غیر مسلموں کی دعوت:

اسی طرح غیر مسلموں کی دعوت کرنا اوران کی دعوت کوقبول کرنے کا بھی یہی حکم ہے اگر اپنے ایمان کے کمزور ہونے کا اندیشہ نہ ہو،اسکی عادت نہ بتائی جائے تو پھر غیر مسلموں کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے اوران کی ضیافت بھی کی جاسکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ عورت کی قبول کی۔(۴۷)(احکام القرآن للجصاص ج2/ص394)

مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ کھا سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں لیکن عادت بنالینا مکروہ ہے۔

غیر مسلموں کے تہواروں کا تحفہ:

مذہبی تہواروں مثلاً دیوالی یا ہولی یا کرسمس وغیرہ کے موقع پر جو تحفے یادعوتیں دی جاتی ہیں صحابہ اور سلف صالحین سے اس سلسلے میں دو قسم کے رجحانات منقول ہیں۔

مثلاحضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ کسی غیر مسلم نے ان کی خدمت میں نیروز کا ہدیہ پیش کیا تو آپ نے قبول فرما لیا۔(۴۸)

مصنف بن ابی شیبۃ میں روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ مجوسیوں سے ہمارے تعلقات ہیں اور اس کی وجہ سے وہ اپنے تہوار کے موقع پر ہمیں ہدیہ دیتے ہیں،حضرت عائشہ نے فرمایا اس دن جو ذبیحہ ہوتے ہیں ان میں گوشت وغیرہ دیں تو نہ کھاؤ البتہ پھل وغیرہ کھاسکتی ہو۔

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ: ان آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ہدیہ اور تحائف کے باب میں تہوار سے کوئی فرق نہیں پڑتا،اور نہ اس سے غیر مسلموں کی اعانت لازم آتی ہے،اس لیے غیر حربی کافروں کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے خواہ وہ تہوار کے موقع پر ہو یا کسی اور موقع پر۔(۴۹) (اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ:120)

غیر مسلموں کو ان کے تہواروں میں تحفے دینا:

ذخیرہ الفتاویٰ کے مذکورہ بالا جذئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہبی تہواروں کے موقع پر ہدیہ دینے کا کوئی جواز

نہیں ہے، نہ ہدیہ کے بدلے میں ہدیہ دینا درست ہے اور نہ اپنی طرف سے اس میں پہل کرنا درست ہے۔
ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ: ''ابن القاسم نے نصرانی کو اس کے تہوار کے موقعہ پر ہدیہ بھیجنے کو مکروہ کہا ہے''
مسلمانوں کے لیے اس کے مذہبی تہواروں پر ان کے موقعہ کی مناسبت سے کوئی چیز بھیجنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ان کے کفر وشرک کی تعظیم اور مصالح کفر کا تعاون ہوتا ہے۔

غیر مسلموں کی مذہبی تقریبات میں شرکت:

غیر مسلموں کے مذہبی میلوں اور تقریبات میں مسلمانوں کا شرکت کرنا یا ان کے عبادت خانوں میں مسلمانوں کا بطور تفریح یا نمائندگی کی نیت سے جانا جائز نہیں ہے۔ البتہ تجارت کی نیت سے جانا بشرطیکہ وہاں معصیت نہ ہو۔
حضرت عمرو بن مرۃ ''لایشھدون الزور'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

لایما لئون اھل الشرک علی مشرکھم ولا یخالطونم (۵۰) (رواہ ابوالشیخ وسکت عنہ ابن تیمیہ، الا قتضاء: ص:81)

ترجمہ: یعنی اہل شرک کے شرکیہ افعال کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان کے ساتھ کسی مقام پر جمع ہو۔
ان آثار واقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے مذہبی میلوں میں ان کی رعایت ودلجوئی کی خاطر شرکت جائز نہیں ہے۔
اس سلسلے میں بعض عمومی احادیث سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جن میں معصیت کی محفلوں میں شرکت کہ باعث گناہ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود کو ایک ولیمہ کی دعوت ملی اور وہ تشریف لے گئے، لیکن وہاں خرافات دیکھ کر واپس لوٹ گئے لوگوں نے اسکی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

من کثر سواد قوم فھو منھم ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل بہ (۵۱)
(رواہ ابویعلی فی مسندہ، نصب الرایہ: ج4/ 346 کنز العمال: ج9/ص22، رقم۔24735)

ترجمہ: ''جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرتا ہے اسکا شمار اسی قوم کے ساتھ ہوگا اور کسی قوم کے عمل سے راضی ہوگا وہ اس کے عمل میں شریک مانا جائے گا۔

غیر مسلم مما لک میں نکاح وطلاق کے احکام:

یورپ میں اٹھارویں صدی کا زمانہ وہ زمانہ ہے جبکہ وہاں کے اکثر لوگ خوف خدا کو دل سے نکال چکے تھے اس سے پہلے یورپ

میں وہی فطری تقسیم تھی کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے۔اور چونکہ اس زمانے میں جاگیری کا نظام رائج تھا اور تمدن کا نیا ڈھانچہ وجود میں آیا تھا اور لوگ زیادہ تر زراعت پیشہ تھے اور معیار زندگی بھی سادہ تھی اس لیے زیادہ سرمایہ کی بھی ضرورت نہ تھی اس لیے مرد نے اس تقسیم کار کو بدلنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔اٹھارویں صدی میں جب حالات تبدیل ہو یا ور سرمایہ کی خواہش بڑھتی چلی گئی تو مغربی مرد کی خود غرض طبیعت جو ہمیشہ سے عورت سے نفع اٹھاتی چلی آئی تھی یہ برداشت نہ کرسکی جو سرمایہ اس کی اپنی ضرورت کی لیے بمشکل مہیا ہوتا ہے۔وہ اس میں عورت کہ بھی حصہ دار ٹھہرائے۔مردوں کے سنگدلانہ رویے اور ذمہ داریوں سے آزادی کی خواہش نے مغرب کے عائلی زندگی کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے

یک زوجی:

مغرب نے عورت کوایسے سہانے خواب دکھائے کہ وہ یہ سمجھنے لگی کہ مغربی مرد حضرات ہمارے واقعی بہت ہمدرد ہیں اور ہمیں ظلم سے نجات دلوانا چاہتے ہیں۔مغربی مرد جانتا تھا کہ سوکن عورت کی کمزوری ہے اور جو شخص اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے تو وہ اسکا ہمدرد اور خیر خواہ ہے، چنانچہ انھوں نے ان اقوام پر جہاں تعداد ازواج کا رواج تھا طعن وتشنیع شروع کردی جس کا سب سے بڑا اثر مسلمانوں پر پڑا۔اسلام مرد کو چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن مغرب کا یہ یک زوجی کا اضافہ اسے عورت کے حق کو غصب اور زیادتی کا نام دے رہا تھا۔

بے نکاح ازدواجی تعلق:

ایک دوسرے سے بے رخی اور بے نیازی کے رویے نے میاں بیوی دونوں میں خلیج پیدا کردی جس کا نتیجہ شادی کے ادارے کو نظر انداز کرنے کی صورت میں رونما ہوا جب جائز اور معاشرہ یا مذہب کا طے شدہ طریقہ چھوڑا گیا پھر اباحت پسندی کا راستہ کھل گیا یعنی جہاں جدھر، جیسے چاہو اپنی فطری ضرورت پوری کرو بس کام ختم نہ گھر کی کوئی ذمہ داری نہ بچوں کا جنجال امریکی معاشرے میں بے نکاح ازدواجی تعلقات کا سلسلہ آتش فشاں سے بہنے والے لاوے کی طرح پھوٹ نکلا۔اس کے برعکس اسلام اس طرح کے تعلقات کو ناجائز اور زنا قرار دیتا ہے۔ایک مسلمان کے لیے ایسے معاشرے میں رہنا بہت مشکل ہے جس عقیدے پر اس کے ایمان کی اٹھان ہے اگر اسی عقیدے کے کچھ منافی ہو جائے تو ایمان کی عمارت کو نقصان پہنچتا ہے۔

مسلمان کا غیر مسلم عدالت میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا:

مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب کی کسی بھی عورت سے جائز ہے بشرطیکہ وہ محصنہ ہو، اور اسلامی شریعت کے مطابق نکاح کیا جائے۔

نکاح متعہ/ دستاویزی شادی:

عارضی نکاح جسے آج کی اصطلاح میں دستاویزی شادی کہا جاتا ہے اور اصطلاح شریعت میں نکاح متعہ کہا جاتا ہے جدید معاشرتی مسائل میں سے اہم اور بہت بڑا مسئلہ ہے جو روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ اسلام نے اسے صراحتاً حرام قرار دیا ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ ایک خاص مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کو جائز تصور کرتے ہیں اور متمتع ہو رہے ہیں عام مسلمانوں میں بھی غیر مسلم مما لک میں اس کا رواج عام ہو رہا ہے۔

امام راغبؒ کے نزدیک اصطلاحی مفہوم:

''متعہ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت کو مقرر مال مقرر مدت تک دیتا ہے جب مدت گزر جاتی ہے بغیر طلاق اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔''

حرمت متعہ از روئے قرآن:

قرآن حکیم میں بیوی، باندی کے علاوہ ہر طرح کی عورت سے قربت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ فرمایا:

''وَالَّذِینَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حَافِظُوۡنَ، اِلَّا عَلٰی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ، فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡعَادُوۡنَ'(۵۲)

'ترجمہ: اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا لونڈیوں پر اس لیے کہ ان میں کوئی الزام نہیں۔ پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔

حرمت متعہ از روئے حدیث:

علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا:

''علی بن ابی طالب ان النبی ﷺ نهی عن متعة النساء وعن لحوم الاحمر الاهلية زمن خبير'' (۵۳)
(جامع ترمذی)

نکاح مؤقت:

اس میں مرد وعورت با قاعدہ دو گواہوں کے سامنے نکاح کے لیے ایجاب وقبول کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ صراحت کر دیتے ہیں

کہ یہ نکاح ایک مخصوص مدت کے لیے ہے۔اس کے بعد یہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔یہ صورت شرعاً حرام ہے۔نکاح متعہ اور مؤقت کے علاوہ ایک اور صورت یہ ہے کہ مرد عورت باقاعدہ دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کریں اور نکاح کریں لیکن نکاح میں اس بات کا ذکر بھی نہیں ہوتا کہ یہ نکاح مخصوص مدت کے لیے کیا جا رہا ہے لیکن فریقین میں سے کسی ایک یا دونوں کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ ایک مخصوص مدت گزرنے کے بعد طلاق کے ذریعے ہم نکاح ختم کر دیں گے۔فقہاء اکرام کے مطابق ایسا نکاح، منعقد ہو جائے گا۔اور ان کا رشتہ دائمی اور ابدی طور پر قائم ہوگا اور ان کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ارادے کے مطابق طلاق معین مدت گزارنے کے بعد دیں بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بغیر کسی عذر کے طلاق کا اقدام نہ کریں۔اس لیے کہ ان کا یہ دلی ارادہ کے کچھ عرصہ کے بعد طلاق دے دیں گے شرعاً ایک مکروہ ارادہ ہے لہذا اس ارادے کے ساتھ نکاح کرنا بھی مکروہ ہے۔فقہ حنفیہ کے مطابق متعہ شرعاً ایک مکروہ ارادہ ہے لہذا اس ارادے سے نکاح کرنا بھی درست نہ ہوگا کیونکہ دل میں انھوں نے یہ ارادہ رکھا تھا کہ یہ نکاح کچھ عرصے کے لیے ہے اور کچھ عرصے کے بعد اسے ختم کر دیں گے۔صرف شادی سے گریز اور بے نیازی کا رجحان ہی پیدا نہیں ہوا۔

طلاق، خلع تفریق ایک سماجی موضوع ہے غیر مسلم معاشروں میں کسی خاتون کے لیے تفریق حاصل کرنے میں سخت مشکلات پیش آتی ہیں۔

فقہ کونسل نے اس دشواری کا حل نکالنے کے لیے مسلم اقلیت سے جو وہاں آباد ہیں اپیل کی ہے کہ وہ شرعی تحکم کا راستہ اختیار کریں اور نکاح کے موقعہ پر ہی تحکم شرعی کی بابت جو شرائط مناسب سمجھیں نکالیں یہ حل اس وقت تک مناسب ہے جو فریقین باہمی گفت وشنید پر راضی ہوں لیکن جب وہ مسئلہ کو حل کرنے پر راضی نہ ہوں تو کیا کیا جاے۔

امریکی فقہ کونسل نے یہ راستہ نکالا کہ ملکی عدالت سے ایسا فیصلہ حاصل کرنے کے بعد کسی شرعی ادارے کے سامنے اسے پیش کر کے شرعاً اپنا حق حاصل کریں۔

طلاق وخلع کے مسائل:

جہاں غیر اسلامی حکومت اور قانون نافذ ہے، مسلمان اقلیت کی صورت میں ہیں، ان کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ان کے مسائل کے حل کے لیے مجبوراً اس ملک کے عدالتی نظام کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، لیکن زندگی کے باقی مسائل کی نسبت سب سے زیادہ حساس مسائل سماجی اور معاشرتی ہیں کیونکہ اسلام کے اپنے عائلی قوانین ہیں۔ان قوانین کے لیے چونکہ قوت نافذہ

نہیں لہٰذہ چارو ناچار مسلمان غیر اسلامی قوانین کے ذریعے اپنے ان مسائل کا حل تلاش کرنے پر مجبور ہیں۔ایسے ماحول میں مسلمان آبادی کے ساتھ علمائے دین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان مسلمانوں کے لیے مناسب حل تلاش کیا جائے اور مناسب حل یہ ہے کہ وہ اپنا پرسنل لاء نافذ کروائیں، اگر ان ملکوں میں مسلمانوں کے عائلی مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی مسلم جج یا مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور وہ اس کام کو انجام دیتا ہے تو یہ عدالت کے ذریعہ دیا گیا طلاق ،تفریق ،خلع اور فسخ کا معاملہ شرعاً درست اور نافذ العمل ہوگا اور عورت آزاد ہو جائے گی اسکی اجازت فقہاء نے بھی دی ہے اور کتاب وسنت کے اصول اور بعض صحابہ کے عمل سے بھی اس سلسلہ میں رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے فقہاء اور دیگر علماء سلف وخلف سے منقول ہے۔

اپنے مسائل کے حل کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کی طرح الگ اسلامی عدالتوں کا قیام عمل میں لانے کے لیے حکومت سے مطالبہ کیا جائے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ان غیر اسلامی مما لک میں مرد کو طلاق دینے کا حق نہیں بلکہ طلاق کے لیے مرد عدالت سے رجوع کرتا ہے گویا طلاق دینے کا حق عدالت کو ہے۔اس کے علاوہ اگر عورت خلع چاہتی ہے تو وہ بھی عدالت کو درخواست دے گی۔عدالت میں چاہے مرد حاضر ہو کر اپنی رضامندی سے دستخط کرے یا نہ کرے عدالت فسخ نکاح کا فیصلہ دے دیتی ہے۔غیر مسلم مما لک میں اگر جج مسلمان ہو اور فیصلہ کرتے وقت شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھے تو اسے مسلم حاکم کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور اس کا فیصلہ معتبر ہوگا۔جن غیر مسلم مما لک میں مسلمانوں کے لیے حکومت کی طرف سے شرعی اصولوں کے مطابق قضاء کا نظام قائم نہیں ہے تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے۔کہ ارباب حل وعقد کے مشورے سے اپنے لیے پنچائیت وغیرہ کا قیام کریں اور اپنے معاملات کے حل کے لیے ان کی طرف رجوع کریں۔

عدالت کے ذریعے طلاق کا شرعی حکم:

غیر مسلم مما لک میں عدالت کے ذریعے طلاق دینے اور طلاق حاصل کرنے کی چند صورتیں بنتی ہیں۔

1: شوہر اپنی رضا سے غیر مسلم عدالت کے ذریعے طلاق دلوائے۔

2: زوجین اپنا معاملہ کسی غیر مسلم عدالت کے سپرد کر دیں۔

3: شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہو بیوی طلاق کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر کے شوہر کی مرضی کے خلاف غیر مسلم عدالت سے فیصلہ کروالے۔

4: شوہر کا بذریعہ عدالت اپنی رضا سے طلاق دلوانا۔

عدالت یا کسی غیر کے واسطہ سے طلاق دلوائی جائے تو اس کی کل تین صورتیں بنتی ہیں۔

خاوند کے علم میں لائے بغیر عدالت سے طلاق حاصل کرنا:

طلاق کا مطالبہ اصولاً خاوند سے کرنا چاہیے کیونکہ وہی حق زوجیت کا مالک ہے طلاق کے معاملے میں قاضی کو کوئی اختیار نہیں الا یہ کہ عورت تکلیف میں ہو یا خاوند تک پہنچنا ممکن نہ ہو، جس طرح کسی بھی مقدمے میں صرف کسی ایک فریق کی بات کو سن کر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے۔قضاء کے معالے غیر مسلم قاضی کو مسلمان مرد یا عورت پر کوئی شرعی اختیار نہیں۔

"وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا"(۵۳)

ترجمہ: اور اللہ کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ہرگز غالب نہیں کرے گا۔

غیر مسلم عدالت کے ذریعے طلاق ایک تحقیقی جائزہ:

1: شوہر کا غیر مسلم عدالت میں رشتہ ازدواج کو ختم کرنے کی درخواست دینا نہ تو تفویض طلاق ہے نہ توکیل، تفویض کے الفاظ وعبارات متعین ہیں جو یہاں نہیں پائے جاتے اور بالفرض تفویض مان بھی لیں تو تفویض مجلس ہی کے ساتھ خاص ہوتی ہے جب کہ عدالت کی کاروائی ایک ہی مجلس میں نہیں ہوتی۔

2: اگر کسی غیر اسلامی عدالت میں عورت کے رشتہ نکاح کو ختم کرنے کی درخواست کی ہے اور غیر مسلم جج نے تفریق کا فیصلہ کر دیا تو اس سے تفریق نہیں ہوگی چاہے شوہر سے دستخط لے کر ضابطہ کاروائی کریں یا بغیر دستخط کے۔

مفتی محمود حسنؒ: '' غیر مسلم جج کا فیصلہ فسخ نکاح میں کافی نہیں ہے۔''

3: اور اگر جج مسلمان ہو اور اس کا فیصلہ شریعت حق کے مطابق ہو تو فسخ نکاح صحیح ہوگا خواہ شوہر دستخط کرے یا نہ کرے۔تحاکم الی الطاغوت یعنی غیر اللہ کا حکم مان کر غیر اسلامی عدالت میں اپنا معاملہ لے جانا نص قطعی سے حرام ہے۔

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا''(۵۴)

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس چیز پر ایمان لانے کا دعوٰی کرتے ہیں جو تجھ پر نازل کی گئی ہے اور اس چیز پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی، وہ چاہتے ہیں کہ اپنا فیصلہ شیطان سے کرائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اسے نہ مانیں، اور شیطان تو

چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور جاڈالے۔(سورۃ النساء ، آیت:60)

"فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا"(٥٦)

ترجمہ: سوتیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔(سورۃ النساء،آیت:65)

ان آیات کا نزول اگر چہ عہد نبویؐ کے مخصوص واقعات کے پس منظر میں ہوا ہے مگر ان کا مفہوم ومنطوق عام ہے۔اس لیے کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنا معاملہ غیر اسلامی عدالت میں لے جائے اس سلسلہ میں مسلمانوں کو شرعی دارالقضاء یا شرعی پنچائیت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

دراصل اگر غیر مسلم قاضی وجج نکاح وطلاق وغیرہ مسائل میں درست فیصلہ بھی کرے تو وہ مسلمانوں کے لیے شرعاً نافذ نہیں مانا جائے گا اسی لیے انگریزی دوراقتدار میں مسلم قاضی وجج ہوتے تھے جو مسلمانوں کے نزاعی امور کا فیصلہ اسلام کی روشنی میں کرتے تھے۔ہندوستان جیسے ممالک میں جہاں اسلامی اقتدار نہیں ہیں بطور ضرورت واضطرار غیر اسلامی عدالتوں کے درست فیصلے نافذ العمل ہوں گے۔

خلاصہ بحث:

آج دینا کے ہر حصے میں مسلمان آباد ہیں کہیں اکثریت اور کہیں اقلیت لیکن ان تمام ملکوں کے حالات یکساں نہیں جب کہ ان سب میں نظام کفر کا غلبہ ہے اور پھر چونکہ یہ نظام سیکولر نظام میں بدل گیا تو ہر مذہب کے پیروؤں کو اپنے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی میسر آئی اور مسلمانوں کو بھی اپنے دین کر مطابق زندگی گزارنے میں آسانی ہوئی لیکن ایک بڑے غیر مسلم معاشرے میں زندگی گزارتے ہوئے بہت سے مسائل پیش آئے جن کا حل وہاں کے ماحول کے مطابق نکالنا ضروری تھا کیوں کہ اتنی بڑی تعداد میں مسلمان ہجرت کریں تو کہاں کریں۔جب کہ کوئی اسلامی ملک ان کو اپنی شہریت دینے کے لیے تیار نہیں دوسری بات یہ کہ اسلام دنیا سے الگ تھلگ ہوکر زندگی گزارنے کا نام نہیں کیوں کہ اس کی دعوت ہر انسان کے لیے ہے،لہذا مسلمان جہاں موجود ہیں وہاں کے اعتبار سے علماء اکرام ان کے مسائل کا حل بھی دیں اور ایسی فقہ مرتب کریں جو مسلمان معاشرے سے دور لادینی ماحول میں رہنے والوں کے لیے رہنما ہو جو ان اقلیتوں کے زمان ومکان اور مخصوص حالات کی رعایت کرے کہ

یہ مسلم اقلیتیں اپنے معاشرے پر اپنی شریعت کے احکام نافذ کرنے کی طاقت نہیں رکھتیں۔اپنے معاشرے کے قوانین کی رعایت کرنا ان کی مجبوری ہے اس فقہ کی بنیادیں، معاصر فقہی اجتہادات مسائل کا صحیح فہم ہونا فرد سے زیادہ مسلم جماعت کا خیال تیسیر کا منہج اختیار کرنا اسباب کے بدلنے سے فتوی میں تبدیلی کا قاعدہ، انسانی حاجات اور ضروریات کا اعتراف ہے۔

زیر نظر آرٹیکل میں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی رہائش، شہریت حاصل کرنا اور غیر مسلموں سے سماجی تعلقات پر تحقیقی مواد تحریر کیا گیا، اس کے ساتھ ساتھ عائلی نظام نکاح وطلاق کے مسائل وہاں کے قوانین اور حالات کی روشنی میں زیر بحث لائے گئے ہیں۔ان تمام مسائل پر فقہاء کی بحثیں جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی ہیں اکثریتی رائے کو پیش نظر رکھ کر فقہی اداروں نے جو فتاوی دئے ہیں ان کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔

غیر مسلم ممالک میں عدالتی طلاق کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ غیر مسلم قاضی کو مسلمان پر ولایت نہیں لہذا اس کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوسکتا لیکن دوسری جانب غیر مسلم قاضی کو فقہاء نے تفویض اور توکیل سے تشبیہ دی ہے اور ثابت کیا کہ یہ حق غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے ا۔ان آراء کا تقابل کرتے ہوئے محققہ نے یہ رائے دی کہ یہودیوں کی طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اپنے عائلی قوانین کے مطابق فیصلے کروائے جائیں۔اس مقصد کے لیے علیحدہ عدالتوں کا قیام ضروری ہے

مسلم اور غیر مسلم کے تعلقات عدل اور توازن پر مبنی ہونے ہیں ۔فقہاء کے موجودہ حالات کے تناظر میں تعلیمات کے مطابق قلبی سے منع کیا ہے۔غیر مسلموں کے جلوس جنازہ یا ان کی مذہبی رسومات میں شرکت سے ممانعت کی گئی ہے۔لیکن اگر رشتہ دار قریبی عزیز ہے تو جس طرح نبی ﷺ کا طرز عمل اپنے چچا کے جنازے کے موقع پر تھا ایک طرف ہو کر چلے تھے۔اسی طرح شرکت کی جاسکتی ہے۔

غیر مسلم ممالک کی شہریت کا حصول بھی اہم مباحث میں سے ایک بحث ہے بیسویں صدی کے وسط سے مسلمان مختلف وجوہات کی بنا پر غیر مسلم ممالک میں جا کر آباد ہونا شروع ہوئے کچھ تعلیم کی حصول کے لیے۔کچھ معاشی خوشحالی کی غرض سے اور بعض کو اپنے ممالک میں تحفظ ماحول حاصل نہ تھا اور اسی طرح دیگر اغراض کے لیے بھی ایک طبقہ دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے آباد ہوا ۔اس مسئلے پر دو طرح کی آراء پائی جاتی ہیں جواز اور عدم جواز کی دلیل اس حدیث کو بنایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کے درمیان رہنے سے منع فرمایا موجودہ حالات میں علوم وفنون غیر مسلموں کے پاس چلے گئے لہذا ان سے سیکھنا ایک مجبوری ہے اس طرح امن وتحفظ کے لیے بھی شہریت اکتیار کرنے کا جواز موجود ہے جس شہریت کو پسند نہیں کیا گیا وہ

عیش وعشرت اور نمود ونمائش ہے اس طرح شہریت اختیار کرتے ہوئے حلف وفاداری کے جواز پر فقہاء کی اکثریت نے موجودہ حالات کے تناظر میں فتوی دیا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے لہذا اسے دینا کے ہر حصے میں پہنچنا ہے اور شہریت حاصل ہونے کی ضرورت میں مسلمانوں کی قابل لحاظ نمائندگی کرنے والے افراد اس معاشرے کا حصہ بنتے ہیں۔

تجاویز وسفارشات:

غیرمسلم مما لک میں بسنے والے مسلمانوں کے فقہی مسائل ہمیشہ سے زیر بحث رہے ہیں اور آج کے حالات کے اعتبار سے بھی ایک اہم موضوع ہے اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔اس کے اصول وضوابط طے کردیے گئے ہیں لیکن ابھی اس میں مزید پیش رفت کی ضرورت ہے اس حوالے سے چند سفارشات وتجاویز حسب ذیل ہیں:

غیرمسلم مما لک میں رہائش پزیر مسلمان اقلیتوں کے مسائل کے حل مسلکی تعصب سے بالاتر ہوکر دیا جائے۔

مسائل کے حل کے لئے فقہی اداروں کے طے شدہ اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر فیصلے صادر کئے جائیں۔

اجتماعی اجتہاد کے معاصر اداروں کو باہم مربوط کرنیکی ضرورت ہے اس کیے لئے عالمی سطح پر ایک مرکزی اجتماعی کی ضرورت ہے جو معاصر اداروں میں ہونے والی بحثوں اور ان کے نتیجے میں دیئے جانے والے فیصلوں کی توثیق کرے۔

وہاں کے مسلمانوں کو اپنے تشخص اپنی ثقافت کو برقرار رکھنے والے عوامل اور عملی مدد پیش کی جائے۔

حوالاجات:

۱۔ مشکوٰۃ، ج:سوم، باب خرید وفروخت کے مسائل واحکام ،حدیث۲۳،مصنف :ولی الدین الخطیب التبریزی

۲۔ فقہی مقالات،ص:۲۳۳،مصنف:مولانا تقی عثمانی

۳۔ فقہی مقالات ص :۲۳۵مصنف:مولانا تقی عثمانی

۴۔ سنن ابی داوٗد، باب الاقامۃ بارض الشرک، ج:سوم،ص:۴۸ ،حدیث :۲۷۸۹

۵۔ معالم السنن للخطابی، ج:سوم،ص:۴۳۷

۶۔ احکام القرآن للجصاص قمحاوی، ج:دوم،ص: ۲۸۸

۷ القرآن:آل عمران،آیت: ۲۸

۱۸۔ القرآن:التحریم،آیت:۹

۹۔ القرآن:المائدہ،آیت :۵۱

۱۰۔ القرآن:المجادلہ،آیت۲۲

۱۱۔ صحیح بخاری، ج:سوم،ادب کا بیان،حدیث :۱۱۲۳

۱۲۔ القرآن:النساء،آیت:۹۷

۱۳۔ القرآن:الممتحنہ،آیت:۹،۸

۱۴۔ دائرہ المعارف البریطانیہ آکسفورڈ ڈکشنری

۱۵۔ فتح القدیر،۲:۴۱

۱۶۔ التعریفات للجرانی:۳۲۷

۱۷۔ شرح السیر الکبیرا ۱۰۷

۱۸۔ مواہب الجلیل شرح مختصر خلیل للحطاب۵۰۰:۲

۱۹۔ المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی،۳۵:۴

۲۰ القرآن،آل عمران،آیت:۲۸

۲۱۔ القرآن،النساء،آیت:۱۴۴

۲۲۔ القرآن، المائدہ،آیت:۵۱

۲۳۔ معالم السنن للخطابی،ص:۴۳۷ ،ج:سوم

۲۴ ۔ سنن ابی داؤد،باب الاقامۃ بارض الشرک،ج:سوم،ص ۴۸،حدیث :۲۷۸۹

۲۵ ۔ سنن النسائی،کتاب الزکاۃ ،۸۳/۵

۲۶۔ السندی فی شرحہ

۲۷ ۔ صحیح مسلم کتاب الامادۃ

۲۸۔ حقوق شہریت،ص:۴،طبع قاضی پبلشرز دہلی

۲۹۔ الاحکام الشرعیہ للتوازل السیاسیۃ،ص:۱۲۷

۳۰۔ القرآن،المائدہ،آیت:۵۱

۳۱۔ فتاویٰ الامام محمد رشید رضا،ج: پنجم،ص :۲۱۷۵۰

۳۲۔ مجلّہ الفقہ الاسلامی،ج :دوم،ص:۱۱۵۲

۳۳ ۔ فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث والافتاء،ج:دوازدہم،ص : ۵۸

۳۴ فتویٰ نمبر:۸۸۹، ۲۰۰۰ء

۳۵۔ القرآن،التوبہ،آیت: ۲۳

۳۶۔ القرآن،الانبیاء،آیت :۱۰۷

۳۷، قواعد الفقہ لعمیم الاحسان المجدی البرکتی، ج:اول ،ص:؟؟ وکذا فی الفروق للقرافی،ج:سوم ص:۲۸

۳۸۔ الاشباہ والنظائر لابن نجیم،ج:اول،ص :۱۱۱

۳۹۔ القرآن،الممتحنہ،آیت:۸

۴۰۔ القرآن،الاعراف،آیت : ۱۵۸

۴۱۔ القرآن،الممتحنہ،آیت :۸

۴۲۔ سنن ابی داوٗد، حدیث: ۳۲۸۱

۴۳۔ القرآن،الھود،آیت :۱۱۳

۴۴۔ القرآن،التوبہ،آیت:۱۱۳

۴۵۔ القرآن،التوبہ،آیت:۸۴

۴۶۔ القرآن،التوبہ،آیت:۱۱۳

۴۷۔ کتاب الاموال لابی عبید،فصل:۲۳۱،شرح السیر ،الکبیر للسر ،باب:۱۳،ج:اول،ص:۷۰

۴۸۔ احکام القرآن للجصاص،ج:دوم،ص:۳۹۴

۴۹۔ الاقتضاء لابن تیمیہ:۱۲۰

۵۰۔ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ:۱۲۰

۵۱۔ الاقتضاء لابن تیمیہ۱۲۰

۵۲۔ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ:۱۲۰

۵۳۔ رواہ ابوالشیخ وسکت عنہ ابن تیمیہ،الاقتضاء،ص:۸۱

۵۴۔ رواہ ابویعلی فی مسندہ،نصب الریہ،ج:چہارم،ص:۳۴۲،کنزا لعمال،ج:نہم،ص:۲۲

۵۵۔ القرآن،المومنون،آیت:۸،۲،۵

۵۶۔ جامع الترمذی

۵۷۔ القرآن،النساء،آیت:۱۴۱

۵۸۔ القرآن،النساء،آیت:۲۰

۵۹۔ القرآن،النساء،آیت:۲۵